ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور



جمعہ ۲۶ اگست ۱۹۶۰ء

ہدیہ ۴ر

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

جناب ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی۔اے، بی۔ٹی

امام الانبیاء، رحمت جہانوں کی زمانوں کی
سعادت ان کو زیبا ہے زمیں کی آسمانوں کی

خدا کے آستانہ پر رسولِ انس و جاں لائے
وگرنہ چاٹتے تھے خاک، باطل آستانوں کی

مہِ عرب و عجم کی ضوفشانی، نورِ قرآنی
چمک اُٹھی ہے قسمت، دیکھ لو، بدوی گھرانوں کی

رسولِ پاک کے دروازۂ اقدس کے ذرّوں کی
وہ قیمت ہے، نہیں ہرگز زمانے کے خزانوں کی

کوئی صدیقؓ بنتا ہے، کوئی فاروقؓ بنتا ہے
قبولیّت ہے، یہ محبوبِ حق کے رازدانوں کی

فرشتے آ کے سُنتے ہیں، کلامِ پاک کی قرأت
خداوندا بڑھی ہے منزلت قُدسی ترانوں کی

وہ جن کے سامنے حیوان بھی فریاد کرتے تھے
وہ جن کو فکر دامنگیر تھی مظلوم جانوں کی

مرے آقائے مدنی شافعِ روزِ جزا بھی ہیں
انہی کے دم سے بخشش اُمتوں کی کاروانوں کی

آمدِ مبارک

زرّین صدیقی کوٹ ادّو

شبِ غم میں نورِ سحر بن کے آئے
وہ تاریکیوں میں نظر بن کے آئے
منوّر کیا جس نے دونوں جہاں کو
محمدؐ وہ شمس و قمر بن کے آئے
نگاہوں میں نورِ نظر بن کے آئے
دُعاؤں میں حسنِ اثر بن کے آئے
اک عالم معطّر ہے کیف خودی میں
کہ وہ بوئے گلہائے تر بن کے آئے
سِسکتی ہوئی زندگی مُسکرائی
لبِ خامُشی پر ہنسی مُسکرائی
گلستاں کی ہر اک کلی مُسکرائی
محمدؐ نسیمِ سحر بن کے آئے
الٰہی یہ کس کی نظر کا فسوں ہے
دلِ مُضطرب کس قدر پُرسکوں ہے
جو اہلِ خرد تھا وہ اہلِ جنوں ہے
محمدؐ وہ جذب و اثر بن کے آئے
بلا غم کے ماروں کو راحت کا مُژدہ
اخوّت کا مُژدہ، محبّت کا مُژدہ
مصیبت کے ماروں کو فرحت کا مُژدہ
محمدؐ وہ خیرالبشر بن کے آئے

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

جلد ۶ | جمعۃ المبارک ۲ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۲۶ اگست ۱۹۶۰ء | شمارہ ۱۶/۱۵

اعلانِ جہاد

دُنیا میں ایک قوم ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا مستقل غضب نازل ہوا یہ قوم یہودی ہے۔ یہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ان کے صاف و صریح احکام کے مقابلہ میں عقلی ڈھکوسلے پیش کرتے غلط فرمائشیں کرتے اور ہوائے نفس کے مطابق چلنے کی کوشش کرتے۔ کبھی سامری کے تابع ہو کر بچھڑے کے پجاری بنے کبھی اللہ تبارک و تعالیٰ کو آمنے سامنے دیکھنے کی خواہش کی اور کبھی نبی کے حکم سے جہاد کرنے میں تامل کیا۔ آخر کار ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوئی۔ مغضوب علیہ بنے وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی۔ راندۂ درگاہ ہوئے۔ اسی لعنت و غضب کا اثر ہے کہ ہزاروں سال کے بعد بھی وہ دنیا میں جہاں کہیں ہیں ذلیل و خوار اور اغیار کے دست نگر ہیں۔ ہندو بنیوں کی طرح کہیں ان کے پاس دولت کی بہتات ہے۔ مگر دولت کسی قوم کی عزت کا معیار نہیں ہے امریکہ جو آج دنیا بھر میں اول درجہ کا مالدار اور زرخیز ملک ہے۔ پہلی جنگ عظیم سے پہلے ایک بنیا یا تاجر قوم کی حیثیت سے زیادہ اس کا کوئی وقار نہ تھا۔ دُنیا کی قیادت اور چودھراہٹ کا علم برطانیہ کے ہاتھ میں تھا۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد اس نے سیاسی اہمیت حاصل کی اور دوسری جنگ عظیم کے بعد وہ دنیا میں اول نمبر کی طاقت بن گیا۔ اور اس وقت اس کو عالمی امن کے علمبردار اور صلح پسند دنیا کا قائد ہونے کا ادعا ہے۔ یہودیوں پر یہ پھٹکار اس لئے نازل ہوئی کہ وہ ہندی کی چندی نکالتے اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں اللہ تعالیٰ کی حدوں کا خیال نہ کرتے۔ جن کے بعد ان کو معصیت اور کبائر پر بھی جرأت ہونے لگی اور جب وہ معصیت میں حد سے زیادہ گذر گئے تو معاصی سے روکنے والے پیغمبروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ لیکن قتل انبیاء علیہم السلام سے بھی انکی تعلیمات و تلقینات کا خاتمہ تو ہوتا نہیں۔ اس لئے بالآخر ان کو اللہ تعالیٰ کی آیات و احکام سے ہی انکار کرنا پڑا۔ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُونَ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۚ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوا يَعْتَدُونَ۝ (سورہ آل عمران پ ۴ ع ۳)۔ ترجمہ۔ یہ اس واسطے ہے کہ اللہ کی نشانیوں کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل جاتے تھے پہلا جرم اعتداء اور حدود اللہ سے تعدی تھا۔ یہ سبب بنا معصیت کا اور معصیت پر اصرار اور لذائذ دنیا سے انس سبب بنا۔ داعیان حق کے قتل کا۔ پھر قتل کے بعد یہ کہنا ہی تھا کہ کس کا نبی اور کس کا خدا۔ سب غلط ہے۔ یہ خدائی احکام ہی نہیں۔ العیاذ باللہ

بعض لوگوں کو ہزاروں سال کے بعد فلسطین میں یہودی حکومت کے قیام سے شبہ ہوتا ہے۔ کہ یہ تو مقام عزت اور اقتدار ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استثناء خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ إِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رسی سے یہ بچ سکتے ہیں یا لوگوں کی رسی سے یا مسلمان ہو کر رہ سکتے ہیں۔ یا کسی سلطنت کے سایہ میں انسانوں کے معاہدہ اور محالفہ کی صورت میں۔

چنانچہ جنگ عظیم سے قبل و بعد برطانیہ جو دنیا کی اول نمبر کی طاقت تھی۔ وہ ان کی سرپرست بنی۔ جنگ عظیم کے نتیجہ کے طور پر ان کو فلسطین میں اکٹھا کیا۔ اور آدھے فلسطین کی حکومت ان کے حوالہ کر دی۔ آج تک مغربی اقوام ان کی حامی ہیں۔ انگریز اور فرانس نے تو یہودیوں سے مل کر عربوں کا تیا پانچا ہی کرنا چاہا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ کی شان کہ اس مغضوب علیہ قوم کا ساتھ جس نے دیا جلد یا بدیر وہ بھی مغضوب علیہ بن گئی۔ برطانیہ اور فرانس کا جو حشر ہوا اور ہو رہا ہے۔ وہ دنیا کے سامنے ہے۔ کاش کہ ہمارا حلیف امریکہ یہودیوں کی سرپرستی سے علیحدہ ہو کر مورد غضب ہونے کے خطرہ سے بچ جاتا۔ بہر حال اہل مغرب کے بل بوتے پر فلسطین کے یہودی جو دنیا بھر سے آ کر وہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ عربوں کے سینے پر مونگ دلتے اور عرب اقوام کے لئے ناسور بنے ہوئے ہیں۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس تقدیر الٰہی میں حکمتیں نہیں ہیں۔ یہی یہودی اقتدار آج عربوں کے اتحاد کا بھی سب سے اہم و اقدم سبب ہے اور جو عرب ملک یہودیوں کے خلاف قولاً و فعلاً کسی حرکت کا ثبوت نہیں دیتا۔ وہ عرب اقوام میں کوئی مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج مصر کا جمال ناصر تمام عربوں کی آنکھوں کا تارا ہے۔

عراق کا اعلان جہاد

عراق کے جنرل عبدالکریم قاسم اور مصر کے جمال ناصر کے درمیان اختلاف رائے اور اچھا خاصا بُعد ہے۔ مگر یہودی مسئلہ میں وہ بھی متفق ہیں۔ بلکہ قاسم کو ممکن ہے یہ شوق ہو کہ یہودیوں کی عملی مخالفت کرنے میں بھی ناصر کی طرح ہیرو بن جاؤں۔ کچھ بھی ہو۔ حال میں ایک پریڈ کے موقعہ پر عبدالکریم قاسم وزیر اعظم عراق نے فلسطینی عربوں کے سامنے اعلان جہاد کیا ہے۔

جسکی تفصیل یہ ہے کہ یہودی تسلط کے بعد عربوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا اور وہ مجبوراً مختلف ممالک کو ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ ان کی ایک بڑی تعداد عراق میں بھی ہے۔ جہاں ان کی علیحدہ فوج بنا دی گئی ہے۔ اس فلسطینی فوج کی پریڈ کا معائنہ کرنے کے بعد عبدالکریم قاسم نے تقریر کی کہ عنقریب تم لوگوں کو فلسطین

(باقی برصفحہ)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وتر کی دعا

عن علی قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی اخر وترہ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ

ترجمہ۔ علیؓ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں۔ تیری رضا و خوشنودی کے ذریعہ تیرے غصہ سے اور تیری عافیت کے ذریعہ تیرے عذاب سے اور پناہ مانگتا ہوں تیری ذات خاص کے ذریعہ تیری صفات غضب سے تیری۔ تعریف کا شمار نہیں تو ایسا ہی ہے۔ جیسی کہ تو نے اپنی تعریف کی ہے۔

نوافل گھر میں پڑھو

عن زید بن ثابت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتخذ حجرۃ فی المسجد من حصیر فصلی فیھا لیالی حتی اجتمع علیہ ناس ثم فقدوا صوتہ لیلۃ وظنوا انہ قد نام فجعل بعضھم یتنحنح لیخرج الیھم فقال ما زال بکم الذی رأیت من صنیعکم حتی خشیت ان یکتب علیکم ولو کتب علیکم ما قمتم بہ فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم فان افضل صلاۃ المرء صلاتہ فی بیتہ الا الصلاۃ المکتوبۃ (متفق علیہ)

ترجمہ۔ زید بن ثابتؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں بوریئے کا ایک حجرہ بنایا اور کئی راتیں اس کے اندر نوافل پڑھے۔ جب لوگ نماز کے لئے جمع ہو جاتے تو آپ حجرہ سے باہر نکل آتے اور نماز (فرض وتراویح وغیرہ) پڑھتے لوگوں کے ساتھ (کئی روز گذر جانے پر) ایک دن رات کے وقت لوگوں نے حجرہ میں آپؐ کی آواز نہ سنی اور خیال کیا کہ آپ سو گئے۔ اس خیال کی بنا پر لوگ آپ کو جگانے کے لئے کھانسے اور کھنکارے تاکہ آپ باہر تشریف لے آئیں اور حسب معمول نماز پڑھائیں آپؐ نے یہ آوازیں سن کر فرمایا۔ تم میں ہمیشہ یہ جذبہ رہے (یعنی تراویح پڑھنے کا شوق جماعت کے ساتھ) جو میں اس وقت دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ خوف پیدا ہؤا کہ کہیں نماز تراویح تم پر فرض نہ ہو جائے۔ اگر یہ نماز فرض ہو جاتی تو تم اس کو ادا نہ کر سکتے۔ اس لئے اے لوگو تم اس نماز کو (اور دوسری نفل نمازوں کو) اپنے گھروں میں پڑھو۔ کیونکہ نوافل میں سے بہترین نماز وہی ہے جو گھر میں پڑھی جائے۔ مگر فرض نماز کہ اس کو مسجد ہی میں پڑھنا چاہیئے۔

تراویح کا بیان

عن ابی ھریرۃ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرغب فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم فیہ بعزیمۃ فیقول من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ فتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والامر علی ذلک ثم کان الامر علی ذلک فی خلافۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر علی ذلک (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو ماہ رمضان میں عبادت کی رغبت دلاتے تھے یعنی تراویح پڑھنے کی لیکن تاکید کے ساتھ کوئی حکم نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ آپ یہ فرماتے تھے کہ جو شخص رمضان کا قیام کرے یعنی تراویح پڑھے۔ صدق دل اور اعتقاد صحیح کے ساتھ اس کے پہلے تمام گناہ (صغیرہ) بخش دیئے جاتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسی طریقہ پر عمل رہا۔ یعنی جس نے چاہا تراویح کو تنہا پڑھ لیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں بھی اسی پر عملدرآمد رہا اور حضرت عمرؓ کی ابتدائے خلافت میں بھی اسی طرح رہا۔

سنت اور نفل گھر میں پڑھو

عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قضی احدکم الصلوۃ فی مسجدہ فلیجعل لبیتہ نصیبا من صلاتہ فان اللہ جاعل فی بیتہ من صلاتہ خیرا (رواہ مسلم)

ترجمہ۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے جب کوئی شخص اپنی مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو چاہیئے کہ وہ نماز میں سے گھر کا حصہ بھی رکھے یعنی نوافل اور سنن گھر میں جا کر پڑھے۔ اس لئے کہ خداوند گھر میں نماز پڑھنے کے سبب بھلائی اور برکت عطا فرماتا ہے

شعبان کی پندرھویں رات کی فضیلت

عن عائشۃ قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فاذا ھو بالبقیع فقال اکنت تخافین ان یحیف اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ انی ظننت انک اتیت بعض نسائک فقال ان اللہ تعالی ینزل لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لاکثر من عدد شعر غنم کلب رواہ الترمذی وابن ماجۃ وزاد رزین ممن استحق النار وقال الترمذی سمعت محمدا یعنی البخاری یضعف ھذا الحدیث۔

ترجمہ۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ ایک روز رات کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھونے پر نہ پایا۔ ناگہاں میں نے دیکھا۔ کہ آپ بقیع (قبرستان) میں ہیں۔ جب آپ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ تم ڈرتی تھیں کہ خدا اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا یعنی تمہارے حق کو ضائع کرے گا۔ عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے یہ خیال قائم کیا تھا۔ کہ آپ شاید اپنی بعض بیویوں کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا خداوند تعالیٰ شعبان کی پندرھویں رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ بنو کلب کے بکری کے ریوڑ کے

باقی برصفحہ ۷

خطبہ یوم الجمعہ مورخہ ۲۵ صفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹ اگست ۱۹۶۰ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی ۔ اَمَّا بَعۡدُ

اکثر انسان

اللہ تعالٰے کے انسان کو پیدا کرنیکے مقصد کے خلاف چل رہے ہیں

مقصد تخلیق انسانی کیا ہے؟

قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ ۝ (سورۃ الذاریت ع ۳ - پ ۲۷ - ترجمہ - اور ہیں نے جن اور انسان کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے

یعنی

اصل مقصد حیات انسانی اللہ تعالٰی کی عبادت ہے اور باقی دوسرے دنیا کے دھندے نمبر دوم ہیں - چونکہ اس جہان میں ہمیں پیدا کیا گیا ہے اس لئے وہ کام بھی کرنے پڑتے ہیں مگر اصل پیدائش کا مقصد فقط یاد الٰہی ہے

مگر

عموماً دیکھئے کہ مسلمان اس کے خلاف زندگی بسر کر رہا ہے کہ دنیا کمانے کا کام مقصود بالذات ہے اور دین کے لازمی احکام (مثلاً نماز - روزہ - زکوٰۃ حج) نمبر دوم ہیں - اس کو عربی میں قلب موضوع کہتے ہیں - جس طرح کسی کی ٹانگیں اوپر لٹکا دی جائیں اور سر نیچے کر دیا جائے - ہونا تو چاہئے تھا کہ دین نمبر اول ہو - اور دنیا نمبر دوم اور اب عام مسلمانوں کا یہ وطیرہ ہے کہ دنیا نمبر اول اور دین نمبر دوم ہے -

اس قلب موضوع کا نتیجہ

کہ دنیا کا کام تو نہ رہنے پائے یعنی ضرور ہو جائے اور دین کا کام ہو تو فبہا اور نہ ہو تو کوئی پرواہ نہیں - اس قلب موضوع کا اثر یہ ہوگا کہ اللہ تعالٰے اس بندے سے ناراض ہو جائے گا -

اللہ تعالٰی کی ناراضگی

اسے جنت میں جانے سے ہٹائیگی اور دوزخ میں پہنچائیگی - وماعلینا الا البلاغ

اصل صحیح راستہ

فقط یہ ہے کہ دین کے احکام کو اوّل ادا کیا جائے تاکہ وہ نہ قضا ہونے پائیں اور دنیا کا کوئی کام رہ جائے - تو اس میں مضائقہ نہیں - بلکہ دین پر عمل کرنے کی برکت سے دنیا کا کام بفضل خداوند تعالٰے آسان تر ہو جائے گا - اور اس میں بھی رضا الٰہی ہونے کے باعث خوشگوار ہو جائے گا -

پس اللہ والوں

اور دنیا داروں کا یہی فرق ہے - کہ اللہ والے دین میں فرق نہ آنے دیں گے اور دنیا بھی دین کے ساتھ نبھ جائے تو چشم ما روشن دل ماشاد اور دنیا دار وہ ہے جو دنیاوی عزت و وجاہت کا مقدم خیال رکھے - دین اس کے ساتھ نبھ جائے تو فہو المراد - اور تعارض ہو تو دنیاداری کا پورا لحاظ رکھے - دین اس کے ساتھ چلے تو فبہا - ورنہ دین کو نظر انداز کر دیا جائے -

اسلام میں مومن مسلم اور مومن فاسق کا یہی فرق ہے

مومن مسلم تو وہ شخص ہے - جس کا عقیدہ کتاب و سنت کے مطابق ہو اور عمل بھی اس کے موافق کرے اور مومن فاسق وہ ہے جو قرآن مجید کو حق اور اللہ تعالٰے کا فرمان واجب الاذعان جانے - مگر عمل قرآن شریف کے خلاف ہو تو مومن فاسق ہے فاسق کے معنی بدمعاش ہے یعنی بھلا مانس نہیں

کمال انسانی

یہی ہے کہ مومن مسلم ہو - لہٰذا ہر مسلمان کو مومن فاسق کے قبیح لقب سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے - اور مومن مسلم فقط اسی صورت میں کہلانے کا مستحق ہو سکتا ہے - جب ہر حکم خداوندی پر بلا چون و چرا عمل کر کے دکھائے - یعنی اللہ تعالٰے کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے

اس مضمون سابق پر شہادت

قرآن مجید و فرقان حمید ملاحظہ ہو - وَمَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ٭ وَمَا نَہٰکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ۝ (سورہ الحشر ع ۸ پ ۲۸) ترجمہ - اور جو کچھ تمہیں رسول دے اسے لے لو - اور جس سے منع کرے - اس سے باز رہو اور اللہ سے ڈرو - بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے -

جو کچھ تمہیں رسول دے

اس میں خواہ قرآن مجید کا فرمان ہو - جو اللہ تعالٰے سے لے کر بندوں تک پہنچائیں - یا اپنا فرمان ہو - جسے حدیث شریف کہا جاتا ہے -

حقیقت حال

یہ ہے کہ رزق کی تنگی یا کشادہ ہونا بندہ کی محنت پر موقوف نہیں ہے - بلکہ اللہ تعالٰے کی مرضی پر موقوف ہے اللہ تعالٰے کا اعلان ملاحظہ ہو - لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۚ یَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَقۡدِرُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۝ سورۃ الشورٰی ع ۲ پ ۲۵ ترجمہ - اس (اللہ) کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں - روزی کشادہ کرتا ہے - جس کی چاہے اور تنگ کر دیتا ہے - بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے -

اے مسلمان

بحیثیت مسلمان ہونے کے تجھے یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا کہ رزق کی تنگی اور کشادگی اللہ تعالےٰ کی مرضی پر موقوف ہے۔ نہ کہ انسان کی کارکردگی پر۔ جو رزق اللہ تعالےٰ نے تمہاری قسمت میں مقدر کیا ہے۔ پھر تو کیوں عبادت جو تیرا فریضہ ہے۔ اس کو چھوڑ کر رزق حاصل کرنے کے پیچھے لگتا ہے تو تجربہ کر کے دیکھ لے تو کچھ بھی نہ کر۔ پھر بھی تیرا رزق جو مقدر ہے وہ تمہیں مل کر ہی رہے گا۔ کیا حضرات انبیاء علیہم السلام کی بھی تاریخ زندگی تمہیں یاد نہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کہ سارا دن اور رات اللہ کے دین کا پیغام ہی مخلوق کو پہنچاتے تھے اللہ تعالےٰ پھر بھی ان کے لئے جو مقدر روزی تھی وہ کسی نہ کسی ذریعہ سے پہنچا ہی دیتا تھا۔ سب سے پہلا نمونہ حضرت نوح علیہ السلام کا اس رزق کے حاصل کرنے کا ملاحظہ ہو۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ الشعراء ع ۶۔ پ ۱۹)۔ ترجمہ۔ جب ان کے بھائی نوح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانندار رسول ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

کیا

نوح علیہ السلام کسی سے تنخواہ لیتے تھے یا کوئی دکان کھولی ہوئی تھی یا کوئی کارخانہ جاری کیا ہوا تھا کہ اسکی آمدنی کھاتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنا سارا وقت اپنی قوم کو تبلیغ دین کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ خود ان کا اعلان ملاحظہ ہو۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ (سورہ نوح ع ۱۔ پ ۲۹)۔ ترجمہ۔ کہا اے میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات اور دن بلایا۔ پھر وہ میرے بلانے سے اور بھی زیادہ بھاگتے رہے۔

حاصل

یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا دن اور رات کا مشغلہ اللہ تعالےٰ کی مخلوق کو پیغام الٰہی پہنچانا تھا۔ جب دن اور رات یہی کام کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کسی نہ کسی ذریعہ سے ان کے بال بچوں کو رزق پہنچاتا ہوگا۔

اس واقعہ سے

معلوم ہوا کہ رزق انسان کی کمائی پر بھی موقوف نہیں ہے۔ وہ چاہے تو ان اپنے مخلص بندوں کو جو دن رات اللہ تعالےٰ کے دین کی خدمت میں مصروف رہیں۔ ان کو کمائے بغیر بھی رزق پہنچا دیتا ہے۔ مصرعہ

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

اور اسی توکل کا

وہ اعلان بھی کر چکے ہیں۔ وَمَا اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ الشعراء ع ۶ پ ۱۹ ترجمہ۔ اور میں تم سے اس (تبلیغ حق) پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

بایں ہمہ

نہ وہ کماتے ہیں۔ نہ قوم سے ان کو تعلیم دینے کے باعث کوئی معاوضہ یا مزدوری مانگتے ہیں اور نہ کوئی دکان کرتے ہیں۔ نہ کوئی اور ذریعہ معاش ہے ان کا ذریعہ

توکل علی اللہ

ہے اور اللہ تعالےٰ کا اعلان ہے۔ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (سورہ طلاق ع ۱۔ پ ۲۸) ترجمہ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے

فقط حضرت نوح علیہ السلام ہی کا ذریعہ معاش یہ نہ تھا۔ بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا ذریعہ معاش توکل علی اللہ ہی تھا۔ دن رات تبلیغ حق کا کام کرنا اور رزق کا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھنا۔

دوسرے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کا نمونہ مشاہدہ ہو

كَذَّبَتْ عَادُ ِۨالْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ الشعراء ع ۷۔ پ ۱۹) ترجمہ۔ قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب ان سے ان کے بھائی ہود علیہ السلام نے کہا کہ تم کیوں نہیں ڈرتے۔ البتہ میں تمہارے لئے امانندار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

یعنی

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ حق تو ہود علیہ السلام فرما رہے ہیں اور اپنی قوم سے کسی قسم کے معاوضہ کے مطالبہ کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ اور

اپنی ضروریات

کا کفیل فقط اللہ تعالیٰ پر توکل کو کر رہے ہیں۔ مصرعہ

خدا خود میر سامان است ارباب توکل را

تیسرے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام بھی اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں متوکل علی اللہ ہیں

ان کا واقعہ ملاحظہ ہو

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ۝ وَمَا اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (سورۃ الشعراء ع ۸ پ ۱۹) ترجمہ۔ قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب ان سے ان کے بھائی صالح ؑ نے کہا۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لئے امانندار رسول ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ اور میں تم سے اس پر کوئی مزدوری

نہیں مانگتا۔ میری مزدوری تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔

پہلے دو انبیاء علیہم السلام کی طرح انہوں نے بھی توکل علی اللہ پر ہی بھروسہ رکھا

خاتم الانبیاء علیہم السلام کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا اعلان ملاحظہ ہو

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورہ یوسف ع ۱۱-پ ۱۳)- ترجمہ اور آپ اس پر ان سے کوئی مزدوری بھی تو نہیں مانگتے یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔

حاصل

اس اعلان کا بھی وہی ہے کہ آپ تبلیغ دین تو فرماتے ہیں۔ لیکن آپ کسی قسم کے معاوضے کے خواہشمند نہیں ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا مذکورۃ الصدر رنگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سچے اور اصلی صوفیائے کرام میں دیکھا جاتا ہے

میری عمر اس وقت ۷۵ سال کی ہو چکی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا یہ رنگ (خلق اللہ میں سے سچے اور اصلی متبع شریعت صوفیائے کرام میں بچشم خود دیکھا ہے (علیہم الرحمۃ والغفران) کہ خلق اللہ کو دین سکھانا اور کسی سے طمع نہ رکھنا ان میں ایک حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی بھی تھے۔ بیں اس شخص کو اب بھی چونکہ زندہ ہے۔ پیش کر سکتا ہوں۔ اسے فرمایا کہ ہم نے تمہیں اپنا مرید کھلانے کے لئے بنایا ہے۔ نہ کہ کھانے کے لئے۔

اس قسم کے ظاہر شریعت کے عالم اور باطنی شریعت کے حامل

ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ جو خلق اللہ کے سامنے شریعت اسلامیہ کا رنگ پیش کرتے رہیں گے۔ اور ایسے حضرات اپنی حوائج میں معتمد علی اللہ ہونگے۔ یعنی اپنی تمام ضروریات کا کفیل اللہ تعالےٰ کو بنائیں گے اور وہ ہمیشہ خلق اللہ پر اعلان حق کرکے اتمام حجت کر دیں گے۔ تاکہ کسی دور کے لوگ قیامت کے دن یہ نہ کہنے پائیں کہ اے اللہ ہمیں تیری مرضی کا دنیا میں علم نہیں ہو سکا۔ ورنہ ہم تابعدار ہی بن کر آتے۔ وما علینا الا البلاغ۔

بقیہ شذرات صفحہ ۳ سے آگے

واپس جانے کے لئے جہاد کرنا پڑے گا ہم جہاد کا اعلان کرکے یہودیوں کا دماغ ٹھکانے لگا دیں گے۔

اعلان جہاد کی اہمیت

بظاہر یہ اعلان ایک ایسی طاقت کی طرف سے ہے جو مختلف امور میں فلسطین کے ہم پلہ اور اسلحہ کی طاقت میں یہود سے بہت پیچھے ہے۔ کیونکہ یہود کو مغربی اقوام نے جدید ترین آلات حرب سے نہایت مضبوط کر رکھا ہے۔

مگر یہ اعلان صرف اتنا ہی نہیں۔ یہ جہاد شروع ہوتے ہی متحدہ عرب جمہوریہ (مصر و شام) کو میدان میں کودنا پڑے گا۔ وہ نہ بھی کرے یہودی اپنا سب سے بڑا دشمن ناصر ہی کو سمجھتے ہیں۔ اور ناصر نے اعلان بھی کیا ہے کہ عراق جہاد کرے تو شام کو وہ اس مقصد کیلیے استعمال کر سکتا ہے۔

بہرحال تمام عرب ممالک کے میدان جہاد میں آ جانے کے بعد فلسطینی یہودیوں کو باوجود کثرت اسلحہ اور جنگی تیاری کے ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اس شکل میں اگر برطانیہ فرانس یا امریکہ بنی اسرائیل کو تنہا چھوڑتے ہیں تو مشرق وسطیٰ میں ان کا سب سے بڑا مہرہ پٹتا ہے۔ جو بحیرہ روم کے جنگی توازن پر بھی اثر انداز ہو سکتا ہے اور اگر یہ دول عظمیٰ ان کا ساتھ دیتے ہیں تو ناممکن ہے کہ عراق کا حریف روس اور چین کا بے چین چوائی لائی کھڑا تماشا دیکھتا رہے۔ پھر ہو سکتا ہے کہ عراق کا یہ اعلان عالمی جنگ کے نقارہ پر چوب لگانے کا حکم رکھتا ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ روس کے مشورہ سے ٹسٹ کیس ہو اور وہ دیکھنا چاہتے ہوں کہ مغربی اتحادیوں میں دم خم باقی ہیں یا اب ان میں جان نہیں رہی۔ اور ہو سکتا ہے کہ روس اپنے حلیف عبدالکریم قاسم کو اس طرح عرب اقتدار میں جمال عبدالناصر کا شریک بنانا چاہتا ہو جو آنکھیں بند کرکے روس کی اقتداء کو تیار نہیں ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسلام کے اس پہلے قبلہ کو یہودی غلبہ سے نجات بخشے اور عربوں کی طرح ہمیں بھی شوق جہاد عطا فرمائے تاکہ ہم گرد و پیش کے مصائب اور مشکلات سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

بقیہ صفحہ احادیث الرسول ص۴ سے آگے

بالوں سے زیادہ بخشتا ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ) اور رزین نے اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں کہ خداوند تعالےٰ ان لوگوں کے گناہوں کو بخشتا ہے جو دوزخ کے مستحق ہو چکے ہیں۔

حضورؐ نے رمضان کے آخری عشرہ میں تراویح پڑھیں

عَنْ أَبِيْ ذَرٍّ قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِّنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ نَفَّلْتَنَا قِيَامَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا حَتّٰى بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ أَهْلَهٗ وَنِسَاءَهٗ وَالنَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا أَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ وَمَا الْفَلَاحُ قَالَ السَّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ رَوَاهُ أَبُوْ دَاوٗدَ وَالتِّرْمِذِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَى ابْنُ مَاجَةَ نَحْوَهٗ إِلَّا أَنَّ التِّرْمِذِيَّ لَمْ يَذْكُرْ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ۔

ترجمہ۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ (ماہ رمضان میں) ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے اور آپؐ نے ہمارے ساتھ مہینہ کے اکثر ایام میں قیام نہیں کیا یعنی تراویح نہیں پڑھیں۔ پس جب سات راتیں باقی رہ گئیں یعنی تئیسویں

باقی صفحہ ۹ پر

مجلسِ ذکر منعقدہ جمعرات ۲۴ صفر المظفر ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۸ اگست ۱۹۶۰ء

آج مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

چار مہلک روحانی امراض

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْد

عرض یہ ہے کہ گذشتہ جمعرات کو میں نے یہ عرض کیا تھا کہ بعض مہلک روحانی امراض انسان میں پائے جاتے ہیں۔ قیامت کے دن

خطرہ

ہے کہ ان امراض کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے۔ البتہ سزا بھگت کر پھر جنت میں جائیں گے اگر اللہ تعالیٰ بغیر حساب و کتاب بھی بخش دے تو یہ اس پر قادر ہے۔ ان امراض کی طرف توجہ دلا رہا ہوں کہ اگر دنیا میں رہ کر ان امراض سے شفایاب ہو گئے۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ گناہ نہیں ہوگا۔ اور قبر سے اٹھ کر محشر سے ہو کر جنت میں جائیں گے

وہ مہلک امراض روحانی چار قسم کے ہیں ۱ حسد۔ ۲ کبر۔ ۳ عجب۔ ۴ ریا۔

مہلک کے معنی

جہنم میں پہنچانے والی۔ اگر کسی اللہ کے بندہ کی صحبت میں رہ کر تزکیہ یعنی شفایاب ہو گئے تو پھر کوئی خطرہ نہیں جہنم کا۔ اگر خدانخواستہ شفایاب نہ ہوا تو ان بیماریوں کے نتیجہ میں جہنم میں جانا پڑے گا اور سزا بھگت کر جنت میں داخلہ ہوگا۔

حسد

یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کسی کو کوئی نعمت عطا فرمائے اور یہ جلتا رہے کہ یہ نعمت اس کو کیوں ملی ہے۔ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔ یہ خدا تعالےٰ پر اعتراض ہے۔ عام طور پر انسانوں میں حسد پایا جاتا ہے۔ خود تو وہ نعمت نصیب نہیں ہوتی۔ دوسروں کے عیب نکال کر دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ مثلاً خود تو مکان بنانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ دوسروں نے اگر مکان بنا لیا تو اس پر حرام ذرائع سے دولت اکٹھی کرنے کے عیب لگاتے ہیں۔ یا کوئی اچھی روٹی کھانے لگا تو کہنے لگے حرام کا مال کھاتے ہوں گے کیا سب حرام کا مال کھانے والے ہیں؟ یہ حسد ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے نعمت عطا کی ہے۔ اس کے نقائص نکالنے سے اپنا اعمال نامہ خراب کر رہا ہے۔ حسد کی بنا پر اعتراضات کرتا ہے۔ اس کو عربی میں رَجْمٌ بِالْغَيْب کہتے ہیں کہ اندھیرے میں روڑے مارنا ہے۔ نہیں کیا پتہ ہے کہ اسکی کمائی حلال ہے یا حرام ہے۔ ہادی متنبہ کرے گا۔ ڈر کر گناہ سے بچ جائے تو نجات پا جائے گا۔

در اصل یہ اعتراض اللہ تعالےٰ پر کرنا ہے کہ یہ نعمت مجھے کیوں نہیں دی۔ اس کو کیوں دی ہے۔

ایک اور مثال

کسی کا لڑکا امتحان میں پاس ہو گیا۔ اور اس کا لڑکا فیل ہو گیا تو باتیں بنانے لگا۔ کہ کسی کو دے دلا کر یا سفارش سے پاس ہو گیا ہوگا۔ اس کو آتا تو کچھ بھی نہیں وغیرہ۔ خواہ مخواہ کی دشمنی۔ خواہ مخواہ کی عداوت۔ اس طرح دل کی جلن نکالنا حسد ہے۔ تمہارا بیٹا نالائق ہے۔ پاس نہیں ہوا۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اس بیماری سے بچائے۔ آمین یا الٰہ العالمین۔ جو حسد کی آگ میں جل کر مرے گا۔ تو قیامت کے دن دوزخ میں جائے گا۔ ان مہلک بیماریوں کی وجہ سے جو افعال قبیحہ کرتا رہے گا۔ اس کا علاج یہ ہے۔ کہ جہنم میں جائے۔ سزا پائے اور پھر جب سزا بھگت نکل آئے تو جنت میں جائے۔ ہاں اگر اللہ تعالےٰ یونہی بخش دے تو وہ اس پر قادر ہے۔

دوسری بیماری

کبر ہے۔ یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسرے کو حقیر سمجھنا۔ یہ بھی مہلک بیماری ہے۔ اگر خدا تعالےٰ نے نہ بخشا۔ تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔ ہر انسان میں ایک خوبی دوسرے سے علیحدہ ہے۔ جب کبر آئے تو اس کی خوبی کو دیکھا جائے گا اور اپنی کمزوریوں پر نظر کرے۔ ایسی خوبیاں جو ہم میں نہیں ہیں۔ دوسروں میں ہیں۔ ہر انسان میں کچھ کمزوریاں ہوتی ہیں۔ اور کچھ خوبیاں بھی ہوتی ہیں۔ کبر یہ ہے کہ اپنی خوبیاں دیکھے اور دوسرے کے عیب دیکھے۔

کبر کا علاج

یہ ہے کہ اپنے عیب دیکھے اور دوسرے کی خوبیوں پر نظر رکھے۔ مثلاً ایک جاہل ہے اور ایک تعلیم یافتہ ہے۔ جاہل تو اذان کی آواز سن کر مسجد میں پہنچ جاتا ہے اور نماز پڑھتا ہے اور پڑھا لکھا آدمی کافی رات تک اخبار پڑھتا رہا۔ کتابیں دیکھتا رہا۔ گیارہ بجے سونے کے بجائے رات کو ۱½ بجے سویا تو صبح کی نماز کے لئے کیسے اٹھ سکے گا۔ اس سے تو وہ جاہل بہتر ہے جو رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر جلدی سو گیا۔ اس خیال سے کہ صبح کی نماز قضا نہ ہو جائے اور صبح کی نماز با جماعت ادا کرتا ہے۔ پڑھا لکھا رات بھر مطالعہ کرتا رہا اور صبح کو نماز میں حاضری کی توفیق نہ ہوئی۔

نماز کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ فِي النَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلٰوةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِهِمْ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ (متفق علیہ) ترجمہ۔

ابوہریرہ رضؓ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آتے رہتے ہیں تم میں فرشتے رات کے اور فرشتے دن کے۔

اور جمع ہوتے ہیں یہ فرشتے فجر اور عصر کی نماز میں۔ پھر جب واپس جاتے ہیں۔ وہ فرشتے جو تم میں رہتے تھے۔ پس ان کا رب ان سے پوچھتا ہے اور وہ (رب)

ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ کس حال میں چھوڑا۔ تم نے میرے بندوں کو۔ پس وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو نماز پڑھتے چھوڑا ہے اور جب ہم اُن کے پاس پہنچے تھے اس وقت کی نماز پڑھ رہے تھے۔ جب اللہ تعالےٰ فرشتوں سے پوچھیگا

کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ

میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑ آئے ہو تو جو سویا ہُوا تھا اور خراٹے لے رہا تھا۔ تو اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنتیں پڑ ینگی۔ اَللَّعْنَۃُ اَلْبُعْدُ مِنَ الرَّحْمَۃِ لعنت کا مطلب ہے رحمت سے دوری۔ پابند نماز جاہل تو قرب الی اللہ میں جائے گا۔ اور یہ بُعد الی اللہ میں جائے گا۔

کتّا اس سے اچھا ہے کہ مالک کے گھر کی چوکیداری کرتا ہے۔ کیا مجال ہے کہ رات کو مالک کے گھر کی طرف کوئی آئے جو لوگ کُتّے پالتے ہیں وہ اسکی بھونک کو سمجھتے ہیں۔ خطرہ کی بھونک اور ہوتی ہے اور عام بھونک اور ہوتی ہے۔ اگر کوئی خطرہ ہو تو پھر بھونک بھونک کر تمام گھر والوں کو جگا دیتا ہے۔ اگر انسان چوکیدار ہو تو شاید اس کو نیند کا غلبہ ہو۔ اور سو جائے۔ مگر کُتّے پر غفلت کی نیند طاری نہیں ہوتی۔ عقلمند انسان اگر کتّے پر بھی نظر کرے گا۔ تو سبق حاصل کرے گا۔ غرض بُرائیاں کرنے والوں کو گرفت ہوگی۔

عُجُب

بھی ایک مہلک بیماری ہے۔ اس کے معنی ہیں خود پسندی۔ خیال کیا جائے۔ کہ نیکی کا جو کام بھی اللہ تعالےٰ نے لیا ہے یہ اس کا فضل ہے۔ اپنی ذات اُڑ جاتی ہے اللہ تعالےٰ کے فضل پر نظر ہوتی ہے۔ عُجُب کا علاج یہ ہے کہ اپنے نیک افعال پر خوش نہ ہو۔ اپنی تعریف سننے سے خوش نہ ہو بلکہ یہ کہے کہ اے اللہ یہ تیرا فضل ہے کہ مجھ کو قوت گویائی عطا فرمائی ہے۔ عُجُب کے مریض اللہ تعالےٰ کا احسان نہیں سمجھتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے محنت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے

کہ اگر اپنی کمزوریوں اور دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھیں گے تو حسد پیدا نہ ہوگا۔ کبر کے مریض نے جس جس کی توہین کی ہوگی سب سامنے آئے گا۔

عُجُب یہ ہے کہ اپنے آپ کو کامل دوسروں کو ناقص سمجھے۔ اپنے آپ کو معزّز اور دوسروں کو ذلیل سمجھے۔ چاہیئے یہ کہ دوسروں کو کامل سمجھے اور عزت کی نگاہ سے دیکھے اور اپنے آپ کو ناقص اور حقیر تصوّر کرے تو اس بیماری سے بچ جائیگا عُجُب میں خود پرستی ہوتی ہے کہ مجھ میں یہ کمال ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھ میں یہ خوبی رکھی ہے۔ اس کا شکر بجا لائے۔ اللہ تعالےٰ ان چیزوں کو اپنے پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ اپنا حسن دکھاتا ہے اور دوسروں کے عیب دکھاتا ہے۔ اصلاح یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو دیکھے اور دوسرے کی خوبیوں پر نظر کرے۔ دوسرے کے کمال پر نظر پڑے تاکہ طبیعت میں کبر پیدا نہ ہو۔ کسی کے ساتھ حسد نہ کرے۔ یہ خیال کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو یہ نعمت دی ہے۔ اور مجھے محروم رکھا ہے۔ یہ اسکی مرضی ہے حسد کا علاج۔ کبر کا علاج۔ عُجُب کا علاج ذکر کر چکا ہوں۔ تمہارے پاس ہے ہی کیا۔ خدا کا فضل سمجھو کہ آپ سے کام لیا۔ اگر وہ چاہے تو

آدمی کا کام

کتے سے لے لے۔ جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ کہ چوکیدار آدمی ہو اس کو تو نیند آ جاتی ہے۔ مگر کُتّا پاؤں کی آہٹ سُنتے ہی چیخنے لگتا ہے۔ دوسروں کے کمال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں پر نظر کرکے طبیعت بدل جائے تو یہ ہے تزکیہ۔

اپنی کمزوریاں دیکھو۔ دوسروں کی خوبیاں دیکھو۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تمہیں پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

اپنے عیبوں پر نظر ڈال کر اصلاح کیجئے۔ "قلب موضوع" ہونا یہ چاہیئے تھا۔ کہ اپنے عیبوں پر نظر اور دوسرے کے حسن پر نظر مگر اب اُلٹے ہیں۔ یہ گمراہی ہے کہ دوسرے کے عیبوں پر نظر ہے۔ اور اپنی خوبیوں پر نظر ہے۔ اہل اللہ ان چیزوں کا علاج کرتے ہیں۔ آدمی اللہ والوں کی صحبت کے بغیر متنبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ ایک دن میں بھی اصلاح نہیں ہوتی۔ دوسروں کے نقائص پکڑنے کی ضرورت ہی نہیں رہے۔ یہ دروازہ ہی بند کر دیجئے۔ اور یہ دروازہ کھولیئے کہ

اپنے عیبوں پر نظر کیجئے کیا یہ اصلاح ہو چکی ہے؟ کبھی بیوی سے لڑائی۔ کبھی ماں سے ناراضگی۔ کبھی اس سے جھگڑا۔ کبھی اس سے لڑائی۔ اگر دنیا میں عیب نہ نکلے تو دوزخ میں جانا پڑے گا جب گناہوں سے پاک ہوں گے۔ تب دوزخ سے نکلیں گے۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو مذکورہ مہلک روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر اس دنیا سے لے جائے آمین یا الہ العالمین۔

نوٹ۔ چوتھی بیماری کا ذکر گزشتہ شمارہ میں ہو چکا ہے۔

بقیہ احادیث صفحہ ۷ سے آگے

تاریخ ہوئی تو آپؐ نے ہمارے ساتھ قیام کیا یعنی تہائی رات تک تراویح پڑھیں۔ پھر جب چھ راتیں باقی رہ گئیں یعنی چوبیسویں تاریخ ہوئی تو آپؐ نے قیام نہیں کیا۔ پھر جب پانچ راتیں رہ گئیں تو ہمارے ساتھ قیام کیا آدھی رات تک۔ پس میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کاش اس رات میں آپؐ ہمارے لئے زیادہ قیام کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت آدمی (فرض) نماز امام کے ساتھ پڑھتا ہے اور پھر گھر واپس جاتا ہے تو اس کے لئے ساری رات کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے

پھر جب چار راتیں باقی رہ گئیں۔ تو آپؐ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔ یہاں تک کہ تہائی رات رہ گئی۔ پھر جب تین راتیں رہ گئیں یعنی ستائیسویں رات ہوئی تو آپؐ نے اپنے اہل (یعنی بیویوں) کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔ اس قدر رات تک کہ ہم کو یہ اندیشہ ہو گیا۔ کہ کہیں فلاح فوت نہ ہو جائے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ فلاح کیا چیز ہے ابوذرؓ نے کہا کہ پھر مہینہ کے باقی ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ قیام نہیں فرمایا۔

جناب ڈاکٹر محمد شبیر صاحب ہومیوپیتھ (کوہ مری)

بخار کا سبب اور علاج

حضرت رافع بن خدیج رض بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ بخار جہنم سے (پیدا ہوتا ہے) لہٰذا تم اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔

(بخاری جلد دوئم صہ ۱۳۲)

ایک اعتراض

کسی حدیث تراش نے حضورؐ کے علم و حکمت پر خوفناک حملہ کیا ہے۔ اگر ہم کسی مبتلائے بخار مریض کو ٹھنڈے پانی سے غسل دیں تو لوگ یہی کہیں گے کہ ہمارا دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ اس عمل سے مزید صحت خراب ہو جانے کا خدشہ ہے۔

اعتراض کا جواب

(۱) حدیث کے الفاظ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار میں مبتلا مریضوں کو نہلانے کا حکم دیا تھا۔ بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ بخار کو کم کرنے کے لئے پانی سے کام لیا جائے خواہ بذریعہ اسفنج بیرونی طور پر استعمال کرکے یا اندرونی طور پر بکثرت پلا کر۔ اور ایسا عمل قطعی نقصان کا سبب نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ذیل کی سطور سے آپ کو معلوم ہوگا۔ پھر اگر ہم ان الفاظ سے یہ مطلب بھی اخذ کریں کہ حضورؐ نے واقعی پورے جسم کو غسل دینے یا پانی سے بدن کو ٹھنڈا کرنے کا حکم دیا تھا تو اس میں بھی ہرج کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ حیرت ہے کہ خاتم النبیینؐ کے اقوال پر تو بلا جھجک اعتراض کر دیا جاتا ہے۔ مگر حال کے ماہرین صحت کے اقوال کو بسر و چشم تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ حالانکہ جدید طب بھی آپؐ کے ان ارشادات پر عمل پیرا ہے۔ اس حقیقت کو تو جانے دیجئے کہ "علاج بالماء" کے اصول کے مطابق بخار کو پانی کے ذریعے ہی ختم کیا جاتا ہے۔ اور بہت سارے مریض اس طریقہ سے صحت یاب ہوتے ہیں آپ صرف ایلوپیتھک (منظور شدہ رائج الوقت طریقۂ علاج) کو ہی لیجئے۔ اس طریقۂ علاج میں بھی جب ٹمپریچر بہت بڑھنے لگتا ہے۔ تو بخار کی حرارت کو کم کرنے کے لئے دواؤں کی نسبت ٹھنڈے پانی اور برف کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔ مریض کے سر پر برف کی تھیلیاں رکھی جاتی ہیں۔ نیز تمام بدن پر ٹھنڈے پانی سے اسفنج کیا جاتا ہے۔ اس عمل سے بخار بہت جلد ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) وہ مریض جو گرمیوں میں تمازت آفتاب کے صدمہ سے بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ انھیں فوراً HEAT STOKE CENTRE میں لے جایا جاتا ہے اور وہاں برف کی عارضی ٹھنڈک پہنچا کر انھیں صحت یاب کیا جاتا ہے۔ ڈاکٹر اے۔ سی۔ سلیمن صاحب ایم۔ ڈی اپنی کتاب "صحت و ثبات" میں ضربہ گرمی SUN STROKE کے علاج کی بابت کہتے ہیں کہ "مریض کو اٹھا کر جلد از جلد سایہ میں لے جائیں اور اس کے سر اور سینہ پر سرد پانی ڈالیں" اسی طرح بخار کی حدت کو کم کرنے کے لئے ٹھنڈے پانی سے بدن کو دھونا نہایت ہی مفید عمل بتلاتے ہیں چنانچہ تپ محرقہ جیسے خطرناک بخار کی حرارت کو کم کرنے کے واسطے یوں رقمطراز ہیں:-

"بخار کی حرارت کم کرنے کے لئے مریض کے سارے بدن پر ٹھنڈے پانی میں تر کیا ہوا کپڑا یا اسفنج آہستہ آہستہ پھیریں۔ یہ عمل پندرہ بیس منٹ تک یا اگر ضرورت ہو تو کچھ زیادہ دیر تک کریں۔ پھر بدن کو پنکھا کرکے خشک کریں۔ تولئے سے نہ پونچھیں یہ بہت مفید تدبیر ہے۔ اس سے بخار کم ہو جاتا ہے۔ اور مریض کو فرحت اور آرام نصیب ہوتا ہے۔ اس عمل سے زکام وغیرہ ہونے کا کچھ خوف نہیں۔ اگر بخار تیز ہو تو دن بھر میں کئی مرتبہ ٹھنڈے پانی سے اسفنج کر سکتے ہیں۔ خوب سرد پانی میں کپڑا بھگو کر اور نچوڑ کر سر پر رکھنے سے سر درد میں افاقہ ہو سکتا ہے۔ چند لمحوں کے بعد کپڑا نچوڑ کر بار بار سر پر رکھیں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۶ پر لکھتے ہیں:- "بخار کی تیزی گھٹانے کے لئے جب ٹھنڈا پانی استعمال کیا جائے تو سمندری اسفنج یا کپڑا استعمال کرنا چاہیئے۔ اسفنج اس وقت تک بدن پر لگاتے رہتے ہیں۔ جب تک کہ بدن ٹھنڈا نہ ہو جائے۔" یعنی بخار ٹوٹ نہ جائے

(۳) بخار کا پانی سے علاج کرنے کا ایک دلچسپ کیس (CASE) ڈاکٹر کانسٹائنٹین ہیرنگ صاحب سے بھی منقول ہے۔ پچھلے دنوں یہ واقعہ "ماہنامہ ہومیو ڈاکٹر حیدرآباد جنوری ۱۹۶۰ء) میں ڈاکٹر کالون ہیئر کے قلم سے شائع ہؤا تھا۔ وہ لکھتے ہیں ایک نوجوان جسے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بخار ہوتا تھا ڈاکٹر ہیرنگ کے پاس اپنی دردناک کہانی سنانے آیا۔ وہ کسی دولتمند شخص کی لڑکی سے شادی کا خواہشمند تھا کارخانہ دار نے یہ شرط لگائی کہ اگر وہ اس کے کارخانہ کی بھٹی میں کوئلہ دھونکنے کا کام کرے تو حسب خواہش شادی کا اہتمام کر دیا جائیگا بخار اور جاڑے کے بار بار آنے کی وجہ سے یہ بات ممکن نہ تھی۔ نوجوان یہ چاہتا تھا کہ اگر اس کو صحت نہ ہوئی تو اپنے آپ کو گولی مار کر یا پانی میں ڈوب کر اپنی زندگی ختم کر لے گا۔ اس نے ڈاکٹر سے گذارش کی کہ اسے کوئی ایسی دوا دی جائے کہ یا تو مرض ختم ہو جائے یا مریض کا ہی صفایا ہو جائے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ ایک لمحہ پس و پیش کرنے کے بغیر میں نے اُسے یہ مشورہ دیا کہ جب تمہیں یہ محسوس ہو کہ اب بخار چڑھنے والا ہے تو قریب کے دریا پر پہنچ جاؤ۔ اپنے دوستوں سے کہو کہ وہ تمہیں رسّے سے باندھ کر پانی میں اس طرح اُتاریں کہ سوائے منہ کے تمام بدن پانی میں ڈوبا رہے۔ لرزہ کتنا ہی ہو پانی کے اندر ہی رہو۔ جب بخار اپنا پورا زور لگا کر ختم ہونے لگے اور پسینہ آنے لگے۔ تب پانی سے نکلو مریض نے حرف بہ حرف ڈاکٹر کی ہدایت پر عمل کیا۔ پانی میں سردی کی وجہ سے اس کا چہرہ نیلا پڑ گیا۔ دوستوں نے سمجھا کہ اب یہ مر جائے گا۔ لیکن اس نے اشارہ کیا کہ مجھے پانی میں ہی رہنے دو۔ پھر اسے بخار چڑھا اور اس شدت کا کہ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکتا تھا۔ دوستوں نے پھر اسے نکالنا چاہا۔ مگر وہ راضی نہ ہؤا۔ پورے دو گھنٹہ کے بعد اُسے پسینہ آنے لگا۔ تب اُسے پانی سے نکالا گیا۔ اور دوستوں نے اسے گرم کمبلوں میں لپیٹ کر گھر پہنچایا۔ اس دن کے بعد نہ اُسے بخار ہوا اور نہ لرزہ۔ اور یہ قصہ محبوبہ سے باقاعدہ شادی کر لینے پر ختم ہوا۔

باقی باقی

جناب عبدالرحمن صاحب (لودھیانوی) شیخوپورہ

یتامیٰ سے حسنِ سلوک کی تاکید

اصلاحِ یتامیٰ

قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر یتامیٰ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے پر بہت ڈرایا گیا ہے۔ جہاں بھی اللہ تعالےٰ نے والدین اور اقارب کے حقوق بیان فرمائے ہیں ساتھ ہی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ساتھ ہمدردی و شفقت اور مالی امداد دینے کی بھی ترغیب دی ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌ ؕ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ پ۲ ع۱۱

(ترجمہ) اور تم سے یتیموں کا حکم پوچھتے ہیں۔ کہہ دے کہ ان کے کام کا سنوارنا بہتر ہے۔ اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے کو جانتا ہے۔

یتامیٰ کے مال کھانے سے بچو

تشریح۔ بعض لوگ یتیم کے مال کھانے میں احتیاط نہ کرتے تھے تو اس پر حکم ہوا کہ یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ۔ اس پر جو لوگ یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ وہ ڈر گئے اور یتیموں کے کھانے اور خرچ کو بالکل جدا کر دیا۔ کیونکہ شرکت کی حالت میں یتیم کا مال کھانا پڑتا تھا۔ اس میں یہ دشواری ہوئی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار کی۔ اب جو کچھ بچ جاتی وہ خراب ہو جاتی اور پھینکنی پڑتی۔ اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مقصود تو صرف یہ بات ہے کہ یتیم کے مال کی درستی اور اصلاح ہو۔ جس موقعہ میں علیحدگی میں یتیم کا نفع ہو۔ تو اس کو اختیار کرنا چاہیئے۔ اور جہاں شرکت میں بہتری نظر آئے تو ان کا خرچ شامل کر لو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ایک وقت ان کی چیز کھائی تو دوسرے وقت اپنی چیز ان کو کھلا دی۔ کیونکہ وہ یتیم بچے تمہارے دینی یا نسبی بھائی ہیں اور بھائیوں میں شرکت، کھانا اور کھلانا بے جا نہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ یتیموں کی اصلاح کی رعائت پوری رہے۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس شرکت میں کس کو یتیموں کے مال میں خیانت کرنا اور بگاڑنا مقصود ہے اور کس کو یتیموں کی اصلاح اور نفع رسانی منظور ہے۔!

اموال خرچ کرنے کے مواقع

یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝ پ۲ ع۱۰

(ترجمہ) تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں۔ کہہ دو کہ جو کچھ تم مال خرچ کرو سو ماں باپ کے لئے اور قرابت والوں کے لئے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے لئے۔ اور جو کچھ تم بھلائی کروگے، سو وہ بے شک اللہ کو خوب معلوم ہے۔

(مطلب) بعض اصحاب جو مالدار تھے، انھوں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں اس پر یہ حکم ہوا کہ تھوڑا ہو یا بہت، خدا کے لئے خرچ کرو۔ وہ والدین اور اقارب اور یتیم و محتاج اور مسافروں کے لئے ہے ثواب حاصل کرنے کے لئے جتنا چاہو خرچ کرو اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان موقعوں پر خرچ کرو۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ج پ۸ ع۶

(ترجمہ) اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو۔ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

(مطلب) یتیم کے مال میں بے جا تصرف کرنا حرام ہے۔ ہاں بہتر اور مشروع طریقہ سے احتیاط کے ساتھ اس میں یتیم کا ولی تصرّف کر سکتا ہے۔ جب یتیم جوان ہو جائے اور اپنے فرائض کو سنبھال سکے تو اس کے حوالے اس کا مال کر دیا جائے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ پ۴ ع۱۲

(ترجمہ) بے شک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں اور عنقریب آگ میں داخل ہونگے

(مطلب) پہلے کئی آیتوں میں یتیموں کے مال کے متعلق مختلف طرح سے احتیاط کرنے کا حکم تھا۔ اور ان کے مال میں خیانت کو بڑا گناہ بتایا گیا ہے۔ بے شک جو کوئی یتیم کا مال بلا استحقاق کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔

تقسیم میراث کے وقت برادری اور کنبہ کے لوگ جمع ہوں تو جو رشتہ دار ایسے ہوں جن کو میراث میں حصہ نہیں پہنچتا۔ جو یتیم اور محتاج ہوں ان کو کچھ کھلا کر رخصت کرو یا کوئی چیز ترکہ میں سے حسب موقعہ ان کو بھی دے دو کہ یہ سلوک کرنا مستحب ہے۔ اور اگر مال میراث میں سے کھلانے یا کچھ دینے کا موقعہ نہ ہو۔ مثلاً وہ یتیموں کا مال ہے اور میّت نے وصیت بھی نہیں کی تو ان لوگوں سے معقول بات کہہ کر رخصت کر دو، نرمی سے عذر کر دو کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میّت نے وصیت بھی نہیں کی۔ اس لئے ہم مجبور ہیں۔

تمام قرابت والے درجہ بدرجہ جو سلوک اور مراعات کے مستحق ہیں اور یتامیٰ و مساکین اور جو قریب یتیم یا مسکین بھی ہو تو اس کی رعایت اور بھی زیادہ ہونی چاہیئے۔ اس لئے تقسیم میراث کے وقت ان کو حتی الوسع کچھ نہ کچھ دینا چاہیئے۔

اپنے مرنے کے بعد جیسا کہ ہر شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس کی اولاد کے ساتھ سختی اور برائی سے معاملہ نہ کیا جائے ایسا ہی تم کو بھی چاہیئے کہ یتیم کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو اپنے بعد اپنی اولاد کے ساتھ پسند کرتے ہو۔ اور اللہ سے ڈرو اور یتیموں سے سیدھی اور اچھی بات کہو یعنی جس سے ان کا دل نہ ٹوٹے اور ان کا نقصان نہ ہو بلکہ ان کی اصلاح ہو۔

یتامیٰ کے اچھے مال کو اپنے بُرے مال سے تبدیل نہ کرو

"اور یتیموں کو ان کا مال دے ڈالو اور

برے مال کو اچھے مال سے بدل نہ لو اور ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ نہ کھاؤ۔ یہ بڑا وبال ہے۔" پ۴ ع ۱۲ ۔ سورہ النساء

(مطلب) یتیم بچے جن کا باپ مرگیا ہو ان کے متعلق ان کے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال ان کے سپرد کر دے اور زمانۂ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لے کر اس کے معاوضہ میں بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کردے اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھائے مثلاً ولی کو اجازت ہے کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پائے۔ یہ نہ ہو کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھا جائے اور اپنا نفع کرے۔ کیوں کہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے۔

یتیم اپنی بے سرو سامانی، مجبوری اور بے چارگی اور بے کسی کے باعث رعایت و حفاظت اور شفقت کا محتاج ہے۔ اور اسی اہتمام کی وجہ سے تبدیل اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرما دی۔

بے سمجھ لڑکوں کے ہاتھ میں ان کا وہ مال مت دے کہ جس کو اللہ تعالےٰ نے آدمیوں کے لئے سامان معیشت بنایا ہے بلکہ اس کی پوری حفاظت رکھو اور اندیشہ ہلاکت سے بچاؤ اور جب تک ان کو نفع نقصان کا ہوش نہ آئے۔ اس وقت تک ان کو اس میں سے کھلاؤ پلاؤ اور تسلی کرتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے۔ ہم تو تمہاری خیرخواہی کرتے ہیں۔ جب سمجھ دار ہو جاؤ گے تو تم ہی کو دے دیں گے۔ بلوغ کے وقت تک یتیموں کو سدھاتے اور آزماتے رہو۔ پھر بلوغ کے بعد اگر ان میں اپنے نفع نقصان کی سمجھ اور حفاظت و انتظام مال کا سلیقہ پاؤ تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔ یتیموں کے سدھانے اور آزمانے کی عمدہ صورت یہی ہے کہ کم قیمت معمولی چیزوں کی ان سے خرید و فروخت کرائی جائے اور اس کا طریقہ ان کو بتایا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی بیع و شراء ولی کی اجازت سے جو ہوگی وہ درست ہوگی۔ امام ابوحنیفہؒ کا یہی مذہب ہے۔ پچیس سال کی عمر میں بہرحال اس کا مال اس کو دے دو خواہ سمجھ آئے یا نہ آئے۔

یتیم کے مال کو ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا منع ہے۔ مثلاً ایک پیسے کی جگہ دو پیسے خرچ کر دو۔ اور یہ بھی منع ہے کہ اس بات سے گھبرا کر کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال ہم سے لے لیں گے۔ خرچ کرنے میں جلدی کرنے لگو۔

یتیم کا مال ولی اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنے والا محتاج ہو تو البتہ اپنی خدمت کرنے کے موافق یتیم کے مال میں سے ماہوار کے حساب سے لے لے مگر غنی کو کچھ لینا ہرگز جائز نہیں۔

یتامیٰ کے اموال کی فہرست گواہان کے روبرو تیار کی جائے

جب کسی بچہ کا باپ مر جائے تو چاہیے کہ چند مسلمانوں کے روبرو یتیم کا مال لکھ کر امانتدار کو سونپ دیں۔ جب یتیم بالغ ہوشیار ہو جائے تو اس تحریر کے مطابق اس کا مال اس کے حوالے کر دیں۔ اور جو کچھ خرچ ہوا ہو وہ اس کو سمجھا دیں۔ اور جو کچھ یتیم کے حوالے کیا جائے۔ گواہوں کو دکھلا کر حوالے کریں شاید کسی وقت اختلاف ہو تو بسہولت طے ہو سکے اور اللہ تعالےٰ ہر چیز کی حفاظت کرنے والا اور حساب سمجھنے والا کافی ہے۔ اس کو کسی حساب یا شہادت کی حاجت نہیں۔ یہ سب باتیں تمہاری سہولت اور صفائی کی وجہ سے مقرر فرمائیں جاننا چاہیئے کہ یتیم کا مال لینے اور دینے کے وقت گواہ کرنا اور اس کو لکھ لینا مستحب ہے

وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ پ۵ ع ۱۶

(ترجمہ) اور یہ کہ یتیموں کے حق میں انصاف سے قائم رہو۔

عرب والے عورتوں، بچوں، یتیموں کو بعض حقوق میں محروم رکھتے تھے۔ میراث نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میراث اس کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑا کرے۔ یتیم لڑکیوں سے ان کے اولیاء نکاح کر کے نفقہ اور مہر میں کمی اور ان کے مال میں بے جا تصرف کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ واجب الاتباع حکم الٰہی ہے۔ کسی کی عقل، کسی کا دستور، کسی کا حکم، کسی کی آرزو اور قیاس قابل اعتبار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کے سامنے کسی کی بات سننے اور اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اس پر عمل کرنا صریح کفر اور گمراہی ہے۔

روایت ہے کہ جب عورتوں کے متعلق آنحضرتؐ نے حکم میراث ظاہر فرمایا تو بعض عرب کے سردار آپ کی خدمت میں آئے۔ اور تعجب سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ کہ آپ بہن اور بیٹی کو میراث دلواتے ہیں۔ حالانکہ میراث تو ان کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑیں اور غنیمت کا مال لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالےٰ کا یہی حکم ہے۔ کہ ان کو میراث دی جائے۔ اللہ تعالےٰ کو تمہاری ذرہ ذرہ بھلائی معلوم ہے۔ سو یتیموں اور عورتوں کے حق میں جو بھلائی کروگے۔ اس کا ثواب ضرور پاؤگے۔

غنیمت اور مال فئی میں یتیم کا حصّہ ہے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

پ۱۰ ع ۱۔ (ترجمہ) اور جان رکھو جو کچھ تم کو کسی چیز سے غنیمت ملے سو اللہ کے واسطے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے، اور اسکے قرابت والوں کے واسطے ہے۔ اور یتیموں، محتاجوں اور مسافروں کے واسطے

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ پ۲۸ ع ۴

(ترجمہ) جو مال اللہ نے بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا سو اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قرابت والے کے، اور یتیموں کے اور محتاجوں کے، اور مسافر کے لئے ہے

یتامیٰ کے ساتھ نرمی اور محبت رکھی جائے

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پ۳۰ ن ۱۸

(ترجمہ) سو جو یتیم ہو اس کو مت ڈانٹ (مطلب) بجائے ڈانٹنے کے یتیم کی خبرگیری اور دلجوئی کر۔ جس طرح اے میرے حبیبؐ! میں نے تجھ کو یتیمی کی حالت میں ٹھکانا دیا تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو۔ اسی طرح کے مکارم اخلاق اختیار کرنے سے بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

محققین نے کہا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور اکرمؐ کو اس سبب سے یتیم کیا۔ کہ لوگ یتامیٰ کو حقارت سے نہ دیکھیں اور جب کبھی کسی یتیم کو دیکھیں تو یاد کریں کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی وقت یتیم تھے اور یاد رکھیں کہ یتیمی کا دکھ کتنا کچھ بھاری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منظور تھا کہ ابتدائے عمر سے انتہا تک خدا تعالےٰ کے سوا کسی پر بھروسہ نہ رکھیں اور توکل کا سب سے

اعلیٰ مرتبہ انہی کو ملے۔ عام طور پر یتیم بچوں کے اوقاف ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ بے ادب ہو جاتے ہیں۔

وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝ پ۲۹ ع ۱۹

(ترجمہ) اور اس کی محبت پر محتاج یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں سو خالص اللہ کی خوشی چاہتے ہیں۔ ہم تم سے بدلہ نہیں چاہتے۔ اور نہ ہی شکر گذاری۔

نیک لوگوں کی خصلت یہ ہے کہ وہ اللہ کی محبت کے جوش میں اپنا کھانا باوجود خواہش و احتیاج کے نہایت شوق اور خلوص سے مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھلا دیتے ہیں۔

یتامیٰ پر ظلم کرنا ملّت کو جھٹلانا ہے

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝ پ۳۰ ع ۳۲

(ترجمہ) کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو انصاف ہونے کو جھٹلاتا ہے سو یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور محتاج کے کھلانے پر تاکید نہیں کرتا۔

(مطلب) وہ شخص سمجھتا ہے کہ انصاف نہ ہوگا اور اللہ کی طرف سے نیک و بد کا کوئی بدلہ نہیں ملے گا۔ ملّت اسلام اور مذہب حق کو جھٹلاتا ہے۔ گویا مذہب و ملّت اس کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو درکنار، اس کے ساتھ نہایت سنگدلی سے پیش آتا ہے غریب محتاج کی نہ تو خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے اور ان مکارم اخلاق میں سے ہے جن کی خوبی پر تمام عقلا اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے عاری ہو سمجھو کہ وہ آدمی نہیں جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ اور اللہ سے کیا لگاؤ ہوگا۔

یتیموں اور بیکسوں پر ظلم کرنا اور فقیروں و محتاجوں پر رحم نہ کرنا ملت کے جھٹلانے کی علامت ہے۔ سینہ زوری سے یتیموں کا حق کھاتا ہے۔

ابوجہل مردود کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تھا تو اس کے پاس آکر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیموں کو میرے سپرد کردو اور ان کا حصہ میرے پاس امانت رکھو۔ میں ان کی خبرگیری اور خدمت گذاری بخوبی ادا کرونگا جو دوسرے وارث ان کا یہ کام نہ کرسکیں گے۔ پھر جب ان کا مال اپنے قبضہ میں کر لیتا تو یتیموں کو اپنے دروازہ سے دھکیل دیتا۔ پھر وہ بیچارے ننگے بھوکے در بدر گلی کوچوں میں مارے مارے روتے پھرتے۔ فقیر کو کھانا کھلانے کے لئے کسی کو تاکید نہیں کرتا۔ یہ کمال بخل اور مال کی محبت کی وجہ سے ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی ۝ پ۳۰ ع ۱۸

(ترجمہ) بھلا تجھ کو یتیم نہیں پایا پھر جگہ دی

(مطلب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے ہی آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔ چھ سال کی عمر تھی کہ والدہ نے رحلت کی پھر آٹھ سال کی عمر تک اپنے دادا عبدالمطلب کی کفالت میں رہے۔ آخر اس دُرِّ یتیم اور نادرۂ روزگار کی ظاہری تربیت و پرورش کی سعادت آپؐ کے بے حد شفیق چچا ابو طالب کے حصہ میں آئی۔ اُنھوں نے زندگی بھر آپؐ کی نصرت وحمایت اور تکریم و تبجیل (عزت کرنے) میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ ہجرت سے کچھ پہلے وہ بھی دنیا سے رخصت ہوئے۔ جس پروردگار نے اس شان سے آپ کی تربیت فرمائی کیا وہ خفا ہوکر آپ کو یونہی درمیان میں چھوڑ دے گا۔ سو جس طرح تم کو اللہ تعالےٰ نے یتیمی کی حالت میں ٹھکانا دیا۔ تم دوسرے یتیموں کو ٹھکانا دو۔

حدیث میں آپؐ نے فرمایا۔ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ وَاَشَارَ اِلَی السَّبَابَۃِ وَالْوُسْطٰی

(ترجمہ) میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا اتنے قریب ہوں گے جتنا انگوٹھے کے ساتھ والی اور درمیانی انگلیاں۔

مکارمِ اخلاق کی تکمیل!

انسان ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج میں گرفتار ہے اور طرح طرح کی سختیاں جھیلتا رہتا ہے۔ کبھی مرض میں مبتلا ہے۔ کبھی رنج میں، کبھی فکر میں، شاید عمر بھر میں کوئی لمحہ ایسا آتا ہو جب کوئی انسان تمام قسم کے خرخشوں اور محنت و تکلیف سے آزاد ہوکر بالکل بے فکری کی زندگی بسر کرے حقیقت میں انسان کی پیدائشی ساخت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ ان سختیوں اور بکھیڑوں سے نجات نہیں پا سکتا۔ آدمؑ اور اولاد آدم کے احوال کا مشاہدہ خود اس کی واضح دلیل ہے اور مکہ جیسے سنگلاخ ملک کی زندگی خصوصًا اس وقت جبکہ وہاں افضل الخلائق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ترین جور و جفا اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔ انسان جن سختیوں اور محنت و مشقت کی راہوں سے گذرتا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس میں عجز و درماندگی اور اپنے آپ کو بستۂ حکم قضا و قدر سمجھ کر مطیع و تابع رضا ہوتا اور ہر وقت اپنی احتیاج کو پیش نظر رکھتا۔ لیکن انسان کی حالت یہ ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے تو کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ کوئی ہستی ایسی نہیں جو اس پر قابو پا سکے۔ اور اس کی سرکشی کی سزا دے سکے۔ وہ رسولؐ کی عداوت، اسلام کی مخالفت اور گناہ کے موقعوں میں یونہی بے تکے پن سے مال خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے۔ پھر اُسے بڑھا چڑھا کر فخر سے کہتا ہے کہ میں اتنا کثیر مال خرچ کرچکا ہوں۔ کیا اس کے بعد بھی میرے مقابلہ میں کوئی کامیاب ہو سکتا ہے۔ لیکن آگے چل کر پتہ لگے گا یہ سب خرچ کیا ہوا مال یونہی برباد گیا۔ بلکہ اُلٹا وبال جان ہوا۔ اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ جتنا مال جس جگہ جس نیت سے خرچ کیا ہے۔ جھوٹی شیخی بھگارنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا نے اس پر بے شمار انعامات کی بارشیں کی ہیں۔ لیکن پھر بھی اُسے توفیق نہ ہوئی کہ دین کی گھاٹی پر آ دھمکتا اور مکارم اخلاق کے راستوں کو طے کرتا ہوا فوز و فلاح کے بلند مقامات پر پہنچ جاتا۔ یعنی غلام آزاد کرتا یا قرضدار کی گردن قرض سے چھڑواتا قحط کے دنوں میں بھوکوں کی خبر لیتا، یتیم کی خدمت کرتا، اور قرابتداروں سے سلوک کرتا۔ جہاں کہ دوہرا ثواب ملتا۔ بالخصوص وہ مسکین جو فقر و فاقہ اور تنگدستی سے خاک میں مل رہا ہو ان موقعوں پر مال خرچ کرنا چاہیئے نہ کہ شادی و غمی کی فضول رسموں پر اور خدا کی نافرمانیوں پر روپیہ برباد کرکے دنیا کی رسوائی اور آخرت کا وبال سر لیا جائے۔ پھر اعمال کے قبول ہونے کی بڑی شرط ایمان ہے۔ اگر یہ چیز نہیں تو سب کیا کرایا اکارت اور بے سود ہے۔

(خلاصہ سورہ بلد پ ۳۰)

حاشیہ حضرت مولانا عثمانی رح

(باقی اگلے صفحہ پر)

بنی اسرائیل کو بھی یتامیٰ سے نیک سلوک کا حکم

وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰہَ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ۔ پ ۱ ع ۱۰

(ترجمہ) اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے اقرار لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ سے کنبہ والوں سے، یتیموں اور محتاجوں سے نیک سلوک رکھنا، اور سب لوگوں سے نیک بات کہنا۔ نماز کو قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا۔

ان احکام کی دو قسمیں ہیں (۱) وہ جو خود عامل کے لئے مکارم اخلاق اور ذاتی خوبی ہو جاتے ہیں (۲) وہ جو تمدن کی صلاح اور قومیت کے قیام کا باعث ہوتے ہیں۔ قسم اول کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) خدا کی تعظیم اور اس کی مخلوق پر رحم کرنا۔ تمام حسنات کی بنیاد توحید ہے اور یہ توحید دراصل منعم حقیقی (خدا) کا شکر بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی منعم مجازی یعنی ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ صرف ماں باپ ہی نہیں بلکہ ان کے سبب سے جو رشتہ قرابت پیدا ہوا ہے۔ ان اہل قرابت کے ساتھ بھی نیک سلوک کرنا خواہ وہ ماں کے رشتہ دار ہوں یا باپ کے۔ اور ساتھ ہی خدا کی مخلوق پر رحم کھانا ہے۔

ان میں سے دو گروہ یتامیٰ اور مساکین سے سلوک کرنا عام ہے کہ وہ رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں، اگر رشتہ دار ہیں تو اور زیادہ قابل رحم ہیں اور زیادہ ثواب ہوگا۔ یتیم اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کا باپ مرجائے۔ مسکین وہ مفلس ہے جو صاحب زکوٰۃ نہ ہو، عام ہے کہ تندرست ہو یا بیمار۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ۔ عمدہ بات، اچھی صلاح دینا، کوئی دنیاوی یا اُخروی تعلیم دینا، فحش اور برے کاموں کو نرمی اور اخلاق سے منع کرنا، کم ازکم میٹھی بات اخلاق سے بولنا

نماز پڑھنا، دعا کرنا، سجدہ کرنا، مصائب میں اسی سے التجا کرنا، یہ بھی نماز کا جزو ہے۔ اور دل میں اسی کا تصور کرنا یہ بھی نماز ہے۔ اور اگر زکوٰۃ دے گا تو یتامیٰ اور مساکین کا حق بھی ادا ہوتا رہے گا۔

یتیموں کی اصلاح خواہ مال کے معاملہ میں ہو خواہ ان کی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں بہتر ہے۔ ان کے لئے بھی اور دُنیا و آخرت میں تمہارے لئے بھی وہ تمہارے بھائی واجب الرحم ہیں۔

یتیموں کا مال کھانے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آپ کسی یتیم خانے کے عہدہ دار یا ممبر ہوں اور جو روپیہ یا چیزیں وہاں آئیں انھیں خود کھا جائیں۔

یا یہ کہ آپ کے اپنے مال میں خدا تعالےٰ نے جو یتیموں کا حصہ مقرر کر دیا ہے وہ آپ یتیموں کو نہ دیں اور خود ہی کھاتے چلے جائیں

خلاصہ

سورہ ضحیٰ پ ۳۰ میں ہے کہ یتیموں پر ظلم نہ کرو۔ سورہ نساء میں ہے کہ یتیموں پر احسان کرو۔ سورہ فجر میں ہے کہ تم کیوں یتیموں کی عزت اور مدارات نہیں کرتے۔ سورہ بقر میں ہے کہ یتیموں کی بہتری کی کوشش کرو سورہ انفال میں ہے کہ تم جو بھی مال خرچ کرو اس میں یتیموں کا حصہ ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ بہترین اسلامی گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور وہاں اس کے ساتھ نیک سلوک کیا جاتا ہے اور بُرا اسلامی گھر وہ ہے۔ جس میں کوئی یتیم ہو اور اس سے بُرا سلوک کیا جاتا ہے۔

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جو شخص کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا وہ جنت میں اس طرح میرا ساتھی ہوگا جس طرح سبابہ اور وسطی دو انگلیاں اکٹھی ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص خدا کی رضامندی کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے۔ ہر ہر بال کے عوض جن کے اوپر اس کا ہاتھ گذر رہا ہو، اسے کئی کئی نیکیاں ملتی ہیں، چونکہ رسول اکرمؐ خود یتیم تھے اس واسطے آپ کے دل میں یتیموں کے لئے بڑا درد تھا۔ اور یہ اسی درد کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں شاید ہی کوئی ایسا مسلمان ہوگا جس کے دل میں یتیموں کا درد نہ ہو۔

ہمارے یتیم خانوں کی کیفیت

ہمارے ملک کے اکثر یتیم خانوں میں گداگری سکھائی جاتی ہے۔ جو طریقہ ہمارے یتیم خانوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ سخت قابل اعتراض بلکہ خود یتیم بچوں کے لئے تباہ کن ہے۔ اکثر یتیم خانوں میں نہ تو تعلیم و تربیت کا باقاعدہ انتظام ہوتا ہے۔ نہ یتیم بچوں کو کام کاج میں لگانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بچوں کے کیرکٹر کی کچھ پرواہ نہیں کی جاتی بلکہ بعض یتیم بچے عزت نفس اور آبرو کو بھی برباد کرتے ہیں۔ اس لئے موجودہ دور میں یتیم بچوں کی پرورش کا بہترین طریقہ وہی ہے جو خود حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمایا ہے۔ یعنی اہل مقدور اپنے بچوں کے ساتھ ایک ایک یتیم بچہ بھی رکھیں اور اپنے بچوں کی طرح انہیں پالیں۔

تجاویز

اگر کہیں یتیم خانہ ہی کھولنا ہو تو مندرجہ ذیل اصولوں پر عمل کیا جائے:-

(۱) ایک شہر میں صرف ایک یتیم خانہ ہو جو شہر کے معزز اور تعلیم یافتہ حضرات کے زیر انتظام ہو اور لوگوں کو تلقین کی جائے کہ وہ ایسے یتیم بچوں کو ہرگز چندہ نہ دیں جنہوں نے اس کام کو پیشہ بنایا ہوا ہو۔

(۲) یتیم خانہ کی عمارت عمدہ خوبصورت اور کشادہ ہو اور شہر کے باہر ہو۔ تاکہ بچے کھیل کود کے لئے اسے استعمال کر سکیں۔

(۳) یتیم خانے کے ملازم نیک چلن عمر رسیدہ اور دیندار ہوں۔

(۴) شہر کے متموّل لوگوں سے یتیم خانہ کے لئے جائیدادیں وقف کرائی جائیں۔ اور ان سے صدقات و زکوٰۃ وصول کئے جائیں

(۵) میونسپل کمیٹی سے یتیم خانہ کے لئے امداد منظور کرائی جائے۔

(۶) یتیم خانوں میں دینی تعلیم نماز، روزہ دینی تبلیغ اور ورزش کا انتظام کیا جائے۔ دنیاوی تعلیم کے لئے ان بچوں کو مقامی مدارس سے تعلیم دلوائی جائے۔ دستکاری کا کام سکھایا جائے۔ اور صوم و صلوٰۃ کا پابند بنایا جائے۔

(۷) جو بچے کمانے کے لائق ہو جائیں ان کی شادی کا انتظام یتیم بچیوں سے کر دیا جائے۔

(۸) یتیم بچیوں کو کشیدہ کاری اور گھریلو دستکاریاں، ڈاکٹری اور دایہ گری کی تعلیم دلائی جائے۔

آخر میں دعا ہے کہ خدا تعالےٰ ہر مسلمان کو توفیق عمل عطا فرمائے۔

آمین

جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب
مدرس مدرسہ تعلیم الاسلام لائلپور

دو سچے واقعے

حضرت مالک بن دینار ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال حشم و خدم کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالک نے اس کو دیکھا تو آواز دی۔ کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ وہ باندی اس فقرہ کو سن کر حیران رہ گئی کہنے لگی کیا کہا پھر کہو۔ انہوں نے پھر ارشاد فرمایا۔ اس نے کہا کہ اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا فقیر خرید سکتا ہے؟ فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہے۔ وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی۔ اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو (ذرا مذاق ہی رہے گا۔) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا وہ جب گھر پہنچی تو اس نے اپنے آقا کو یہ قصہ سنایا۔ وہ بھی سن کر بہت ہنسا۔ اور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا۔ جب یہ سامنے پیش کئے گئے تو اس آقا کے دل پر ایک ہیبت سی چھا گئی۔ وہ کہنے لگا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کردے۔ اُس نے پوچھا کہ آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں۔ حضرت مالکؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں۔ یہ سن کر سب ہنسنے لگے۔ اسی نے پوچھا کہ تم نے اس کی قیمت کس مناسبت سے تجویز کی۔ حضرت نے فرمایا اس میں عیب بہت ہیں۔ اُس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟ فرمانے لگے اگر عطر نہ لگائے تو بدن سے بدبو آنے لگے اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ میں سے سڑاہند آنے لگے اگر بالوں میں تیل اور کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں۔ جوئیں ان میں پڑ جائیں اور سر میں سے بُو آنے لگے۔ ذرا عمر زیادہ ہو جائے گی تو بوڑھی بن جاویگی منہ لگانے کے بھی قابل نہ رہے گی۔ حیض اس کو آتا ہے پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ ہر قسم کی گندگیاں۔ تھوک۔ سنک رال۔ ناک کے پچوہے وغیرہ اس میں سے نکلتے ہیں غم رنج اور مصیبتیں اس کو پیش آتی ہیں۔ خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے محبت کرتی ہے محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے محبت ظاہر کرتی ہے۔ آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے تو ساری محبت ختم ہو جائے۔ انتہائی بے وفا، کوئی قول و قرار پورا نہ کرے، اس کی ساری محبت جھوٹی ہے کل کو تیرے بعد کسی دوسرے کے پہلو میں بیٹھے گی تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کے دعوے کرنے لگے گی۔ میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے جو اس سے نہایت کم قیمت ہے۔ وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے مشک و زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے اگر کھاری پانی میں اس کا لعاب (آب دہن) ڈال دیا جائے تو وہ میٹھا ہو جائے اور مردہ سے اگر وہ بات کرے تو مردہ زندہ ہو جائے۔ اگر اس کی کلائی آفتاب کے سامنے کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے۔ گہن ہو جائے اگر وہ اندھیرے میں آ جائے تو سارا گھر روشن ہو جائے چمک جائے، اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آ جائے تو سارا جہان معطّر ہو جائے، چمک جائے، اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یاقوت و مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے۔ ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے تسنیم (جو جنّت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے) کا پانی پیتی ہے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتی اپنی محبت کو نہیں بدلتی ہرجائی نہیں ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ قیمت خرچ کرنے سے اعتبار سے کون سی باندی زیادہ موزوں ہے۔ سب نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ اس باندی کی قیمت ہر وقت ہر زمانہ میں ہر شخص کے پاس موجود ہے۔ لوگوں نے پوچھا اس کی کیا قیمت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز کے خریدنے کے لئے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا حصّہ تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب تم کھانا کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لیا کرو اور اللہ جل شانہٗ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو۔ راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو تو اس کو ہٹا دو۔ دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کر دو اور اپنا فکر و غم اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا دو اور آخرت کے ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو۔ ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم دنیا میں عزت کی زندگی گزارو گے۔ آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے۔ اور جنت جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہٗ کے پڑوس میں رہو گے ہمیشہ ہمیشہ۔ اس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا تو نے شیخ کی باتیں سن لیں یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں۔ شیخ نے بڑی نصیحت کی باتیں فرمائیں اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتائی ہے۔ آقا نے کہا کہ اچھا تُو تو اب آزاد ہے اور اتنا اتنا سامان تیری نذر ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نذر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازہ پر ایک موٹا سا کپڑا (جو کہ بطور پردہ کے لٹکایا گیا تھا) اس کو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباس فاخرہ اتار کر صدقہ کر دیا۔ اس باندی نے کہا میرے آقا تمہارے بعد میرے لئے بھی یہ زندگی اب خوش گوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن

کر اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور اپنا سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہو لی۔ اور مالکؒ بن دینار ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے۔ اور وہ دونوں اس سارے عیش و عشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی حالت میں ان کا انتقال ہوا۔

غَفَرَ اللّٰہُ لَنَا وَلَھُمْ (روض)

۲۔ جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں حضرت مالک بن دینار کے ساتھ ایک دفعہ بصرہ میں جا رہا تھا، ایک عالیشان محل پر گزر ہوا۔ جس کی تعمیر جاری تھی اور ایک نوجوان بیٹھا ہوا معماروں کو ہدایات دے رہا تھا کہ یہاں یہ بنے گا وہاں اس طرح بنے گا۔ مالک بن دینار اس نوجوان کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ شخص کیسا حسین نوجوان ہے اور کس چیز میں پھنس رہا ہے اس کو اس تعمیر میں کیسا انہماک ہے۔ میری طبیعت چاہتی ہے کہ میں اللہ جل شانہٗ سے اس نوجوان کے لئے دعا کروں۔ کہ وہ اس کو اس جھگڑے سے چھڑا کر محض اپنا مخلص بندہ بنا لے۔ کیسا اچھا ہو اگر یہ جنت کے نوجوانوں میں بن جائے۔ جعفر! چل اس نوجوان کے پاس چلیں۔ جعفر کہتے ہیں کہ ہم دونوں اس نوجوان کے پاس گئے۔ اس کو سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا۔ (اور وہ مالک سے واقف تھا) مگر مالک کو پہچانا نہیں۔ تھوڑی دیر میں پہچانا تو کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ کیسے تشریف آوری ہوئی؟ مالکؒ نے فرمایا تم نے اس مکان میں کس قدر روپیہ لگانے کا ارادہ کیا ہے اس نے کہا ایک لاکھ درہم۔ مالک نے فرمایا کہ تم یہ ایک لاکھ درہم مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے جنت میں ایک مکان کا ذمہ لیتا ہوں۔ جو اس سے بدرجہا بہتر ہو گا اور اس میں حشم و خدم بہت سے ہوں گے۔ اس میں خیمے اور قبے یاقوت سرخ کے ہوں گے جن پر موتی جڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کی مٹی زعفران کی ہو گی۔ اس کا گارا مشک سے بنا ہو گا جس کی خوشبوئیں مہکتی ہوں گی۔ وہ کبھی نہ پرانا ہو گا نہ ٹوٹے گا۔ اس کو معمار نہیں بنائیں گے بلکہ حق تعالیٰ شانہٗ کے امر کُنْ سے تیار ہو جائے گا۔ اس نوجوان نے کہا کہ مجھے سوچنے کے لئے آج رات کی مہلت دیجئے۔ صبح کو آپ تشریف لا دیں۔ تو اس کے متعلق میں اپنی رائے عرض کروں گا۔ حضرت مالک واپس چلے آئے۔ اور رات بھر اس نوجوان کے فکر اور سوچ میں رہے آخر شب میں اس کے لئے بہت عاجزی سے دعا کی۔ جب صبح ہوئی تو ہم دونوں اس کے مکان پر گئے۔ وہ نوجوان دروازہ سے باہر ہی انتظار میں بیٹھا تھا۔ اور جب حضرت مالک کو دیکھا تو بہت خوش ہوا۔

حضرت مالکؒ نے فرمایا تمہاری کل کی بات میں کیا رائے رہی؟ اس نوجوان نے کہا کہ آپ اس چیز کو پورا کریں گے جس کا کل آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ حضرت مالک نے فرمایا ضرور، اس نے دراہم کے توڑے سامنے لا کر رکھ دیئے۔ اور دوات قلم لا کر رکھ دیا حضرت مالک نے ایک پرچہ لکھا جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا یہ اقرار نامہ ہے کہ مالک بن دینار نے فلاں شخص سے اس کا ذمہ لیا ہے کہ اس کے اس محل کے بدلے حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس کو ایسا ایسا محل جس کی صفت اوپر بیان کی گئی ہے جو جو صفات اس مکان کی اوپر گزری ہیں وہ سب لکھنے کے بعد لکھا) ملے گا بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ عمدہ اور بہتر جو عمدہ سایہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کے قریب ہو گا یہ پرچہ لکھ کر اس کے حوالے کر دیا اور ایک لاکھ درہم اس سے لے کر چلے آئے۔ جعفر کہتے ہیں کہ شام کو حضرت مالک کے پاس اس میں سے اتنا بھی باقی نہ تھا کہ ایک وقت کے کھانے ہی کا کام چل سکے۔ اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گزرے تھے کہ ایک دن حضرت مالک جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو مسجد کی محراب میں ایک پرچہ پڑا دیکھا۔ یہ وہی پرچہ تھا جو مالک نے اس نوجوان کو لکھ کر دیا تھا۔ اور اس کی پشت پر بغیر روشنائی کے لکھا ہوا تھا کہ یہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے مالک بن دینار کے ذمہ کی برأت ہے جس مکان کا تم نے اس نوجوان سے ذمہ لیا تھا وہ ہم نے اس کو پورا پورا دے دیا۔ اور اس سے ستر گنا زیادہ دے دیا۔ حضرت مالکؒ اس پرچہ کو پڑھ کر متحیر ہوئے۔ اس کے بعد ہم دونوں اس نوجوان کے مکان پر گئے تو وہاں مکان پر سیاہی کا نشان تھا۔ (جو سوگ کی علامت کے طور پر لگایا ہوا تھا) اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ہم نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نوجوان کا کل گذشتہ انتقال ہو گیا۔ ہم نے پوچھا کہ اس کا غسل میت کس نے دیا تھا۔ اُس کو بلایا گیا۔ ہم نے اس سے اس کے نہلانے کی اور کفنانے کی کیفیت پوچھی۔ اس نے کہا کہ اس نوجوان نے اپنے مرنے سے پہلے مجھے ایک پرچہ دیا تھا کہ جب تو مجھے نہلا کر کفن پہنائے تو یہ پرچہ اس میں رکھ دینا میں نے اِس کو نہلایا کفنایا اور وہ پرچہ اِس کے کفن کے اور بدن کے درمیان رکھ دیا۔

حضرت مالکؒ نے وہ پرچہ اپنے پاس سے نکال کر اس کو دکھایا۔ وہ کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ وہی پرچہ ہے قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو موت دی یہ پرچہ میں نے خود اس کے کفن کے اندر رکھا تھا یہ منظر دیکھ کر ایک اور نوجوان اٹھا اور کہنے لگا کہ مالکؒ! آپ مجھ سے دو لاکھ درہم لیجئے اور مجھے بھی پرچہ لکھ دیجئے حضرت مالک نے فرمایا کہ وہ بات دور چلی گئی۔ اب نہیں ہو سکتا اللہ جل شانہٗ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس کے بعد جب بھی مالک اس نوجوان کا ذکر فرماتے تو رونے لگتے۔ اور اس کے لئے دعا کرتے۔

(روض)

بزرگوں کو اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے پیش آتے ہیں کہ جوش میں کوئی بات زبان سے نکل گئی حق تعالیٰ شانہٗ اس کو اسی طرح پورا فرماتے ہیں جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے بہت سے بکھرے ہوئے بالوں والے غبار آلودہ لوگ جن کو لوگ اپنے دروازہ سے ہٹا دیں اور ان کی پروا بھی نہ کریں ایسے ہیں کہ اگر اللہ جل شانہٗ پر کسی بات کی قسم کھا لیں تو وہ ان کی بات کو پورا کر دے۔ (مسلم شریف) اللہ تعالیٰ ہم سب کو انہی نیک بندوں کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

جناب محمد شفیع عمر الدین صاحب (مبرس) 

تلاش

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ۝ (الروم آیت ۲۳)۔ ترجمہ۔ اور اس کی نشانیوں میں تمہارا رات دن کا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا ہے۔ بے شک اس میں سننے والوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

حاشیہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحؒ (حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ لکھتے ہیں کہ انسان کی دو حالتیں بدلتی ہیں۔ سویا تو بیخبر پتھر کی طرح اور روزی کی تلاش میں لگا تو ایسا ہوشیار کوئی نہیں اصل تو رات ہے سونے کو، اور دن تلاش کو۔ پھر دونوں وقت دونوں کام ہوتے ہیں۔)

رات و دن کے آنے جانے سے دن کے تھکے ماندے رات کو آرام کر سکتے ہیں اور دن کو تازہ توانا اُٹھ کر دنیاوی کاروبار کر سکتے ہیں۔ نیز رات دن کے بدلنے سے ہم عبادات۔ نماز۔ روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ مقررہ اوقات پر ادا کر سکتے ہیں۔

فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ (الانعام آیت ۹۶) ترجمہ۔ اس نے آرام کے لئے رات بنائی۔ اسی نے چاند اور سورج کا کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ غالب جاننے والے کا اندازہ ہے۔

تلاشِ روزی

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (الجمعۃ آیت ۱۰) ترجمہ۔ پس جب نماز ادا ہو چکے تو تم زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ فرماتے ہیں "یہود کے ہاں عبادت کا دن ہفتہ تھا سارے دن سودا منع تھا۔ اس واسطے فرمایا کہ تم نماز کے بعد روزی تلاش کرو۔ اور روزی کی تلاش میں بھی اللہ کی یاد نہ بھولو

ایک اہل اللہ تاجر کا واقعہ:۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے منیٰ کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا، جس نے کم و بیش پچاس ہزار دینار کی خرید و فروخت کی۔ مگر اس کا دل یاد الٰہی سے ایک لحظہ کے لئے بھی غافل نہوا

الحمدللہ حرمین شریفین میں اب بھی ایسے کاروباری آدمی بکثرت ملتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر کاروبار کو خیرباد کہہ کر حرم شریف میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک کے تاجروں اور دوسرے کاروباری آدمیوں کو چاہیئے کہ نماز کے وقت مسجد میں حاضر ہو کر نماز با جماعت ادا کیا کریں۔

حدیث۔ نہیں کھایا کسی نے کبھی کوئی بہتر کھانا جو بہتر ہو اس کھانے سے جو اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے اور خدا کے نبی داؤد (علیہ السلام) اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے تھے۔ (مشکوٰۃ)

حاصل کلام حلال ذریعہ سے روزی کما کر کھانا سب سے بہتر ہے۔ مگر انسان کو چاہیئے کہ کاروبار میں یاد الٰہی کو نہ بھول جائے۔

تلاش قرب الٰہی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (المائدہ آیت ۳۵ ع ۶)

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور اللہ کا قرب تلاش کرو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

(۱) کامیابی کا پہلا زینہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ بندے کو چاہیئے کہ اللہ سے ڈر کر اس کی اطاعت میں لگا رہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مطابق زندگی بسر کرے شرک سے بچے۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے قریب نہ جائے۔ کبیرہ گناہوں سے بچے۔ فرائض کو بجا لائے۔ سب بری باتوں کو ترک کر دے۔

(۲) دوسرا زینہ ہے اللہ کا قرب تلاش کرنا۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ ان سے رُک جانے سے اور جن کاموں کو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان کو بجا لانے سے ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے۔ قرب کا متلاشی اگر اس کے برعکس چلے گا تو قرب الٰہی کے بجائے اسکی ناراضگی کا موجب بنے گا۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَیَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَیَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۵۷) ترجمہ۔ وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں جو ان میں سے زیادہ مقرب ہیں۔ وہ بھی اپنے رب کی طرف نیکیوں کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں اور اسکی مہربانی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

حاشیہ شیخ الاسلام عثمانی رحؒ بخاری شریف میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے۔ اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

بعض کہتے ہیں کہ بعض ملائکہ مسیح علیہ السلام و عزیر علیہ السلام وغیرہ پوجنے والے سب اس میں شامل ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو۔ وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے ہیں۔ اس لئے داد و دہش صرف اس لئے ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے میں کون آگے نکلتا ہے۔ ان میں زیادہ مقرب ہیں۔ وہ ہی زیادہ قرب الٰہی کے طالب رہتے ہیں۔ اور سوچتے ہیں کہ کسی سبب سے زیادہ مقرب بندہ کی دعا وغیرہ کو حصول قرب کا وسیلہ بنائیں۔ پس جب تمہارے تجویز کیئے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کر لو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے۔ نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو۔

تنبیہ۔ "توسل" اور "تعبد" میں فرق ظاہر ہے۔ پھر توسل بھی اس حد تک مشروع ہے جہاں تک شریعت نے اجازت دی ہے۔

(۳) تیسرا زینہ ہے اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہے کفار اور مشرکین کے ساتھ جہاد کریں جو دشمن ہیں۔ جنہوں نے صراط مستقیم کو چھوڑ رکھا ہے اور سچے دین کی پیروی نہیں کرتے۔

نئے دین کی تلاش

أَفَغَيْرَ دِينِ اللَّهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ○ (آل عمران آیت ۸۳)

ترجمہ - کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین تلاش کرتے ہیں۔ حالانکہ جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی یا لاچاری سے سب اس کے تابع ہیں اور اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

حاشیہ شیخ الاسلام حضرت مولانا عثمانی رح "یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے۔ جس کے معنی ہیں حکمبرداری۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راستباز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اس کے سامنے گردن جھکا دو۔ بس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاءؐ لے کر آئے۔ وہی خدا کا دین ہے۔ کیا اسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق و رغبت سے اس خدا کی فرمانبرداری اختیار نہ کرے۔ جس کے حکم تکوینی کے نیچے تمام آسمان و زمین کی چیزیں ہیں خواہ وہ حکم تکوینی ان کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو۔ جیسے فرشتے یا فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں یا مجبوری اور لاچاری سے۔ جیسے عالم کا ذرہ ذرہ اس کے آثار و حوادث میں جن کا وقوع و ظہور بدوں مخلوق کی مشیت و ارادہ کے ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ کی مشیت و ارادہ کا تابع ہے۔

(۲) سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہیئے کہ پہلے سے تیاری رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائے گا۔"

اہم ترین حکم

(۱) وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○ (آل عمران آیت ۸۵)

ترجمہ - اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں۔ "انبیاء علیہم السلام کے متفقہ دین یعنی اسلام کے سوا اور کوئی دین نہ کبھی قبول ہوا اور نہ ہوگا۔"

(۲) قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ج وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ لَا شَرِيكَ لَهُ ج وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَبْغِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ج وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ج ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ○ (الانعام آیات ۱۶۱-۱۶۴)

ترجمہ - کہہ دو - میرے رب نے مجھے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے - ایک صحیح دین ابراہیم کی ملت جو ایک ہی طرف کا تھا - اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے - اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں - کہہ دو کیا میں اب اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں - حالانکہ وہی ہر چیز کا رب ہے اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو وہ اسی کے ذمہ ہے اور ایک شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہارے رب کے ہاں ہی سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ سو جن باتوں میں تم جھگڑتے تھے وہ تمہیں بتلا دے گا۔

دعا

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ (البقرہ آیت ۱۲۸)

ترجمہ - اے رب ہمارے ہمیں اپنا فرمانبردار بنا دے اور ہماری اولاد میں سے ایک ...... جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا اور ہمیں حج کے طریقے بتا دے اور ہماری توبہ قبول فرما - بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

آمین یا رب العلمین۔

بچوں کا صفحہ

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

عُبَیداللہ انور

پیارے بچو! بہار کا موسم تھا۔ اندھیارا چھٹ رہا تھا۔ صبح کی روشنی پھیلنے بڑھنے لگی تھی کہ ماہِ ربیع الاوّل کی ۹ر تاریخ کو ایک چاند سا پیارا بچّہ پیدا ہوا، بچّے کی پیدائش سے پہلے ہی شفیق باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ بیوہ ماں نے خدا کا بہت بہت شکر ادا کیا کہ زندگی کا سہارا مِل گیا۔ دادا حضرت کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ چچا اور دوسرے اعزّا نے اطمینان کا سانس لیا کہ اُجڑے گھر میں پھر سے بہار آ گئی۔ لاڈلے کی ماں بی بی آمنہ اپنے قبیلہ و خاندان میں بڑی نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان کی شادی مکّہ کے سردار حضرت عبدالمطّلب کے بیٹے حضرت عبداللہ سے ہوئی تھی۔ خدا کے پیارے نبیؐ ان کے اکلوتے بیٹے تھے۔ آپ کا نام محمّدؐ رکھا گیا۔ آپ کے پیدا ہونے میں ابھی کچھ دِن باقی تھے کہ ایک عیسائی بادشاہ نے کعبہ کو گرانے کے خیال سے مکّے پر چڑھائی کر دی۔ وہ بہت سی فوج اور بڑے بڑے ہاتھی ساتھ لایا تھا لیکن ہمارے نبی کی برکت اور خدا کے حکم سے سینکڑوں ابابیلیں اپنے ننھّے ننھّے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں داب کر آسمان پر چھا گئیں اور دشمنوں کے سروں پر کنکریاں برسانا شروع کر دیا۔ خدا کا کرنا، ہاتھی بدک گئے اور دشمن ناکام واپس ہوا۔

آپ کی عمر چھ سال کی تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ آپ کو اپنے میکے مدینہ طیّبہ لے گئیں۔ اس واقعہ سے کوئی چھ برس قبل مدینہ منوّرہ ہی میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا تھا۔ دراصل قریش کا خاص پیشہ تجارت تھا اور حضرت عبدُاللہ تجارت کی غرض سے شام تشریف لے گئے تھے۔ راستہ میں کہیں بیمار ہو گئے۔ مدینہ طیّبہ آ کر آپؐ کے ننھیال "بنو نجّار" کے ہاں قیام کیا۔ عمر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ اپنے بیٹے، سردار دو جہاں کی ولادت باسعادت سے دو ماہ پہلے انتقال فرمایا۔ مدینہ طیبہ میں آج تک آپ کا مزار محفوظ ہے۔ ——— ایک ماہ مدینہ منوّرہ میں قیام رہا۔ وہاں سے واپس مکّے آتے ہوئے "ابواء" کے مقام پر حضرت بی بی آمنہ اس دُنیا سے رخصت ہو گئیں۔ اس ننھی عمر میں ماں کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا اور آپ بالکل یتیم ہو گئے۔ آپ کی پھوپھی امّ امین جو شریکِ سفر تھیں وہ آپ کو مکہ مکرّمہ لے آئیں۔ یہاں آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے بڑی دلسوزی اور چاؤ سے آپ کی پرورش شروع کی۔ حضرت عبدالمطلب کو مکّہ معظمہ میں بڑی عزّت و جاہت حاصل تھی۔ کعبہ شریف میں آپ کے لئے ایک مسند بچھی رہتی تھی۔ جس کے گرداگرد آپ کے بیٹے، پوتے اور دوسرے لوگ بیٹھتے تھے اور کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ اس مسند پر پاؤں رکھ سکے۔ ہمارے پیارے نبیؐ جب بھی یہاں تشریف لاتے تو دادا حضرت آپ کو اپنے پاس بٹھلاتے۔ دوسرے آپ کا دامن پکڑ کر کھینچتے تاکہ آپ کو وہاں سے ہٹا دیں۔ حضرت عبدالمطلب جب یہ حرکت دیکھتے تو فرماتے "میرے صاحبزادے کو چھوڑ دو۔ بخدا اس کی ایک نرالی شان اور عظمت ہے۔" پھر آپ کو اپنے ساتھ چمٹاتے۔ اپنا ہاتھ شفقت سے آپ کی پشت مبارک پر پھیرتے اور آپ کی بھولی بھولی اور پیاری پیاری باتوں سے بہت خوش ہوتے۔ آپ ۸ سال کے ہوئے۔ تب آپ کے دادا جان بھی اس جہان فانی سے سدھار گئے۔ تو آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے آپ کو بہت محبّت سے پالا۔ وہ بھی آپ کی دل نشین، بھولی، پیاری اور دانش مندی کی باتوں سے بہت مسرور ہوتے تھے۔ جب آپ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی تو آپ کے چچا جان نے تجارت کی غرض سے شام کی طرف سفر کا ارادہ کیا۔ قافلہ تیار ہو گیا تو آپ نے بھی قافلہ کے ساتھ جانے کا خیال ظاہر فرمایا۔ چچا نے ازراہِ شفقت و محبّت فرمایا: "بخدا میں ضرور اپنے ساتھ لے چلوں گا۔" قافلہ نے جب بصرہ پہنچ کر پڑاؤ کیا تو اس کے قریب ہی بُحیرا راہب کا جھونپڑا تھا۔ جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو اس نے کتب سماویہ کی پیش گوئیوں کے مطابق آپ میں نبوّت کی بعض علامتیں محسوس کیں۔ قافلہ میں آ کر حضرت ابوطالب سے پُوچھا "یہ آپ کے ساتھ کون لڑکا ہے؟" انہوں نے جواب دیا "میرا بھتیجا ہے۔" اس نے پُوچھا "کیا آپ کو اس کے ساتھ محبّت ہے؟" انہوں نے کہا "بیشک۔" راہب نے کہا۔ "میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ اگر آپ اسے شام لے گئے تو یہود اس کے دشمن ہو جائیں گے اور قتل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ اسے واپس لے جائیے۔" حضرت ابُو طالب کے دل پر راہب کی بات نے اثر کیا اور وہ آپ کو لے کر وہیں سے واپس آ گئے۔

واپس آ کر آپ نے اپنے بعض ہمجولیوں کے ساتھ بکریاں چرانا شروع کر دیا۔ اپنے والد ماجد کے ترکہ میں آپ کو پانچ اُونٹ اور ۴۰ بکریاں ملی تھیں۔ اُونٹ کرایہ پر چلتے تھے اور بکریوں کی دیکھ بھال آپ خود کیا کرتے تھے۔ اس کام میں آپ اتنے مگن تھے کہ شہر میں بہت کم رہتے۔ بس بکریوں کا دُودھ گھر پہنچا دیتے اور خود آبادی سے دُور کھُلی فضا میں شب و روز رہنا پسند فرماتے تھے۔ آپ کی دانش مند ماں نے اسی آمدنی پر آپ کی اعلیٰ تربیت فرمائی تھی اور والدہ کے بعد بھی آپ کی زیادہ تر ضروریات انہی ذرائع سے پُوری ہوا کرتی تھیں۔ نوجوانی کے ساتھ ساتھ آپ کے نیک چلن کی دھُوم مچی تو آپ کے خاندان کی ایک بی بی حضرت خدیجہؓ نے اپنا مال تجارت کے لئے دے کر شام کی طرف بھیج دیا۔ دورانِ سفر میں ایک اور راہب سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اس کا نام نسطورا تھا۔ اس نے بھی بحیرا راہب کی طرح پیش گوئی کی۔ اس دفعہ آپ چند روز شام میں قیام پذیر رہے اور مال بیچ کر امید سے بہت زیادہ نفع کمایا اور واپس پہنچ کر کوڑی کوڑی کا حساب دے دیا۔ حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں۔ بڑی نیک دل اور پاک باز خاتون تھیں۔ وہ آپ کی سچائی محنت اور لیاقت سے بہت متاثر ہوئیں اور آپؐ کے ساتھ نکاح کر لیا۔

ایڈیٹر
عبدالمنان
چوہان

سالانہ گیارہ روپے ٭ ششماہی چھ روپے
سہ ماہی تین روپے

منظور شدہ
محکمہ جیل مغربی پاکستان

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن چٹھی نمبری ۹/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳/۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر ہفت روزہ خدّام الدّین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے شائع ہُوا۔